



الحمد لله رب العالمین بحوالہ کتابت مولانا محمد اسحاق صاحب  
۳۹ مطبوعہ دسمبر ۱۹۷۷ء



# دافع مغالطہ ندویہ

۱۵ ۱۳۸۰ھ

ed  
7

از تالیف لطیف جناب مولوی ظہیر الدین صاحب فق سنی حنفی  
عظیم آبادی و امجدہ تلمیذ التلمیذ حضرت علامہ خیر آبادی تلمیذ جناب  
سید شاہ محمد حسین صاحب از مرز حنفی قادری فضل رحمانی حاجی پوری مدظلہما  
بہتمام و انتظام

حسام سنت و اہل سنت عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی منتظم تحفہ مہتممین حنفیہ

حنفیہ واقفیت اور دیگر حقیقتیں لطیف جناب مولانا محمد اسحاق صاحب

RECEIVED 1995

حق حق حق

## (دافع مغالطہ ندویہ)

۱۳۱۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
حَامِدًا وَ مُصَلِّيًاخوب پردہ ہو کہ چلن سے لگے بیٹھے ہیں  
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آکر بھی نہیں

کچھ فہمی خود پسندی نے بعض اچھی اور کم ظرف طبیعت والے حضرات کے مانع میں  
بینیال راسخ کر دیا ہے کہ کتنے ہی سچیدہ اور نہایت غور طلب مباحث کیوں نہ ہوں مگر ہم بلا غور  
دھڑکے نہایت آسانی کیساتھ انکو سمجھ سکتے ہیں۔ تمام مالک و مالک علیہ پر فورا عبور ہو جانا ایک  
معمولی بات ہے۔ علمی مطالب معرکہ الاڑا سیٹ مین قطعی راس لگا کر بڑے زور و شور سے  
اپنی نکتہ شناسی رنار کھینالی کا اپنے آپ آواز بلند کرنا منتہا رلیاقت و کمال قابلیت کی دلیل  
سمجھی جاتی ہے۔ اگلی تحریر شدہ تقریر مثبت کہ جو کچھ کہتے ہیں سمجھ لیا وہی حق ہے۔ ہماری معلوما  
ت کو عقلی استدلال غلط ثابت کر سکتا ہے۔ یہ نقلیات شرعیہ مین یہ قوت کہ ہمار مضبوط  
راہی پر کوئی صدمہ پہونچا سکیں۔ ہماری تحقیق تمام عیوب سے پاک اور ہر نقص سے صاف ہے  
وہ امور جو ہمارے مشرب آزادی کے موافق ہیں۔ جسکو ہم نے اپنا دستور العمل بنا رکھا ہے۔

جن امور کو ہم نگاہ قبول سے دیکھتے ہیں وہی ٹھیک ہیں باقی سب بیج۔ انکے سوا دوسری بات  
 نہ گردش انصاف سے ہم نہیں نہ چشم حقیقت سے ہم کسب نہ دیکھیں۔ نہ کوئی دلیل کی طرف نہ محبت کا احتیاج۔  
 لیکن وہ نورانی دماغ جو ان شواہب و ہمیمہ اور خیالات مجنونانہ سے بے لوث ہیں انکو کامل  
 یقین ہو کہ جس شخص نے اپنی سمجھ کو اس قدر نہرا کر دیا ہو وہ بہت جلد اپنی فطرتی تھوڑی  
 بہت عقل کا خاتمہ کر دیگا۔ سچی سیدھی بات کی طرف ایسے حضرات کا ذہن انتقال ہی نہیں  
 کر سکتا۔ اگلی بیہودہ خیالی اگلی سفلہ مزاجی۔ کچھ فہمی انکو نہ کسی دینی کام کا کیسی نہ دنیاوی سفر کا  
 وہ ہمیشہ اپنے خیر طلب کو اپنا بد خواہ سمجھینگے۔ اور یہی نہیں کہ اُسکے وسیع اور عام فیض سے  
 فائدہ نہ حاصل کریں بلکہ اُسکو خود غرض بداندیش وغیرہ وغیرہ کہل اُسکا دل دکھایا جائیگا  
 ہاں اسی کچھ فہمی و خود بینی کا ایک لازمی اثر یہ ہے کہ انسان اپنے دعوے کے اثبات میں  
 وہ دلائل پیش کرے جو بد اھتہ اُس کے دعوے کا قطع قمع کرتے ہوں۔ جس بات کا  
 حسن یا قبح بکرات و مرات سمجھا گیا تھوڑی دیر میں اُسکے خلاف پھر سن لیجئے۔ حضرات  
 خیال من و تو سے درگزر فرما کر منصفانہ فیصلہ فرمائیے کہ اس وقت تک مدوۃ العلماء  
 کے چار جلسے ہو چکے اور اس عرصہ میں علماء اہل سنت کی طرف سے متعدد رسائل مختلف  
 بیانات کے ذریعہ سے مفاسد ندوۃ علماء ندوۃ دارالکین کی خدمات میں پیش کئے گئے۔  
 بعض حضرات نے بحمایت ندوۃ دو دو چار چار بعض نے کچھ زاید اوراق بھی سیاہ کئے  
 مگر فرمائیے کہ معترضین کے ایک اعتراض کا بھی جواب دیا گیا یا ابتدا سے انتہا تک اور ان  
 گھائیہاں ہی بتائی گئی ہیں۔ علماء اہل سنت نے اپنی تالیفات میں ندوۃ کے رسائل کا  
 صفحہ و سطر کا نشان دیکر اعتراض کئے۔ جواب مانگا۔ مگر صدر و ناظم نے مراد دا  
 خانی کی تاب نہ لا کر ایراغیز کے نام سے کچھ کچھ لکھا لیکن اس طرح کہ کچھ موجود زمانہ کا

دھکڑا رو دیا کچھ ادھر ادھر کی اور باتیں بنا دیں۔ کیا مقصد جو اصل مطلب کی بات زبان قلم پر  
 آئے۔ اُن سب تحریرات کا حاصل یہی ہے کہ ندوہ بہت اچھا ہو مخالفین ندوہ ضرورت  
 زندہ سے ناواقف بلکہ مخالف اسلام ہیں۔ ندوہ میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ہم جو کہتے ہیں  
 اسکو بغیر کسی دلیل کے تسلیم کر لو ورنہ سخت نقصان اٹھاؤ گے وغیرہ لک من الخرافات۔  
**جسٹ اعلیٰ۔ قول فاضل۔ مقاصد ندوہ۔ تاسیس الندوہ** دیکر  
 رسائل ندویہ کو ایک سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے وہ ان حضرات مصنفین و علماء ندوہ کی جہالت  
 کچھ فہمی۔ خود بینی۔ حق پرستی۔ ناحق کوشی کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ غور کیجئے تو انکی قابلیت  
 کے نمونہ یہ کچھ کم نہ تھے۔ مگر سمجھ کا پھیر خود پسندی برکت پانیا رنگ نشا ہر کر یہ کب تصور ہو۔  
 اسوقت اخبار کیا بیچ نمونہ ہمارے ملاحظہ میں ہو زمین کسی بہاری صاحب نے اپنی سچھ  
 طبیعت کی عجب تعجب انگیز بہاریں کھائیں ہیں۔ پرچہ مذکور میں ایک **مراسلہ** بعنوان  
 تہدید الندوہ شائع کیا گیا ہے جسکو نہایت تفاخر و تعلیٰ کیساتھ **تہدید الندوہ** کا جواب ٹھہرایا جاتا ہے۔  
 قبل اسکے کہ مراسلہ ہذا کی بابت ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ تہدید الندوہ کی نہایت  
 اجمالی اور مختصر کیفیت کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ تہدید الندوہ کے ابتدائی حصہ میں  
 نہایت وضاحت کیساتھ ارباب دارالکین ندوہ کا پٹنہ و بہار میں احقاق باطل  
 و ابطال حق پر زور دینا ثابت کیا گیا ہے۔ ناظم صاحب وغیرہ کا پٹنہ و بہار میں پہونچکر  
 ہل من مہر نہ پکارنا اور خصم کو مستعد دیکھکر یہ جاوہ جا کا سپور کی راہ لینا و دیگر  
 حالات ارباب ندوہ جو پٹنہ و بہار سے متعلق ہیں بیان کئے ہیں۔ اور اسی ضمن میں حامیان مذکور  
 اہل سنت والجماعت حضرت جناب مولانا شاہ امین احمد صاحب فردوسی بہاری صاحب  
 حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ میری اور حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحب سجادہ



پہلوی شریف اور حضرت جناب سید شاہ محمد اکبر صاحب ابو العلامی صاحب سجادہ دارالعلوم  
 اور حضرت مولانا سید شاہ نصیر الحق صاحب چشتی نظامی اور سید شاہ عزیز الدین صاحب فخری ابو العلامی  
 اور جناب مولانا سید عبد الغزیز صاحب صابری اور جناب مولانا یوسف حسن صاحب اور جناب  
 مولانا محمد فتح الدین صاحب اور جناب مولانا محمد امیر علی صاحب اور جناب مولانا محمد عبد الباقی صاحب  
 حاجی پوری وغیرہم کی اُس بیخ اور مبارک کوشش کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے جو محض خالصاً  
 لوجہ اللہ فرما کر زندہ کی شر سے صد ہا عوام بہار و پٹنہ کو محفوظ رکھا۔ اسکے بعد تائید اللہ وہ  
 کے قول قول کی رکاکت بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت کی گئی ہے ختم رسالہ پر یہ امر ظاہر کر دیا  
 گیا ہے کہ اگر جواب کا قصد کیا جائے تو ان معروضات پر توجہ ضرور ہے کہ اولاً ہمارے  
 حوالہ کو رسایل زندہ سے مطابق کر لیا جائے۔ ثانیاً جب صدر و ناظم کو اس وقت تک  
 یہی دعویٰ ہے کہ ہم سنی حنفی ہیں زندہ میں کوئی امر خلاف مذہب اہلسنت نہیں لہذا انکی  
 طرف سے جو لکھا جاوے وہ بحوالہ کتب محققین اہل سنت ہو مثلاً صدر و ناظم کا یہ پہلے  
 مذہب سے رجوع یا انکا کوئی ہی اقرار و انکار جو ہو وہ مجرد آپ کا بیان قابل اعتبار  
 نہیں ہو سکتا انکی مہر و تختی تحریر ہونا ضرور ہے۔ سراسر اجاب میں مولوی حقانی  
 صاحب وغیرہ کے نتیجے سے احتراز ہے کہ اصل مطلب سے کوسوں دور ہو کر تحریر کو  
 طوالت دیجائے اور اموزنراعیہ سے یکلخت بے توجہی خاصاً وہ امور جنکے حسن  
 یا قبح میں ہکو خلاف نہیں انکی تکرار سے کامل اجتناب رہے کہ اس سے بجز تفسیر و  
 کے اور کیا حاصل۔ مگر افسوس کہ عجیب صاحب کو یہ خیال نہ آیا کہ تہذیب اللہ وہ کے دیکھنے  
 والے اس شکل بچو تحریر کو دیکھ کر سوائے اسکے اور کیا کہنے کہ یہ بھی اہل لگا کے شہید نہیں  
 ملنے زمانہ پان کہا کہ مونہہ لال کرتا ہے دیوانہ پتہ مار کر خون بہاتا ہے۔ صاحب تہذیب کے



والے مونہہ کے بھل گرتے ہیں۔ تم خوب سمجھ لو اور یاد رکھو کہ جب تک کج فہمی کا بھوت تمہارے سر پر سوار ہو جب تک خود بینی کی عفرت یہ تمہارے دل پر قابض ہے تم ہرگز کسی قابل نہیں ہو سکتے۔ ہماری اس بیش قیمت نصیحت اور کارآمد مفید صلاح پر مرسلہ نویس صاحب اعلیٰ کرین یا لکرنی انکو اختیار ہو مگر انصاف پسند حضرات اور محقق طبایع معزز صاحبان ہمارے کے اعتراض کا منشا اور پھر انکی کج فہمی ملاحظہ فرمائیں۔

اس اعتراض کا منشا یہ ہے کہ کس طرح اراکینِ ندوہ کی پیشانی سے کلنگ کا ٹیکہ مٹا دینا چاہئے۔ حضرات اہل سنت نے جو ان کے اغلاط فاحشہ کی گرفتیں کی ہیں اُسکا تدارک ہو جائے تحفہ محمدیہ میں جو آیات قرآنیہ کی تصنیف کا بیڑا اُٹھایا گیا۔ اور علاوہ سب اہل سنت اخبار دہلی کا سید و زمانہ کا پور و غیرہ میں بہت کچھ لے دے لگئی اربابِ ندوہ کی جہالت کم استعدادی نے بہت کچھ شہرت پائی۔ اُسکی مکافات کے لئے یہ اعتراض جمایا گیا۔ صاحب قول فاصل کی جہالت رعم الہمازل میں بخوبی ظاہر کر دی گئی کہ آیہ قرآنی میں کیا کچھ رد و بدل کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس اور متعدد جہالتوں کے الزام جو اربابِ ندوہ کے سر قائم ہیں اُنکے دفع کیلئے یہ درختانی ہوئی ہو دس۔ مگر ہم پر چیہے کہ جب آپکا سا راہ لیفہ ان الزامات کے اٹھا دینے سے عاجز ہو گیا پھر تہدید الندوہ کے ٹائٹل بیچ کی عبادت پر اعتراض کر دینے سے کیا وہ سب اعتراضات دفع ہو گئے۔ حضرت سلامت اگر کچھ خیرت ہے تو پہلے اپنے گھر کی خرابیوں کی اصلاح کر لیجئے اُسکے بعد دوسری طرف توجہ کرنا مناسب نہ ہوگا۔ کیا تہدید الندوہ کے ٹائٹل بیچ کی ایک غلطی سے تحفہ محمدیہ پر سے یہ قوی اعتراض دفع ہو گیا کہ آیہ کریمہ هل یستطیع دباث میں بالغیبۃ کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا کر اُسکی شناسی بھی کر دی گئی کہ کیا تیرا پر درگاہ غایب ہو سکتا ہے۔ کیا صاحب قول فاصل کی یہ جہالت جہالتِ نہرہی کہ آیہ کریمہ میں گھسا بڑھا کر تحریف لفظی کا ڈپلومہ حاصل کیا آپ فرمادیں کہ

من یتبع غیر سبیل المؤمنین اولہ ما تولى کون سے پارہ کس سورہ میں ہے۔

کیا ہماری اس ابتدائی تمہید سے آپ یہ سمجھ کر خوشی کے مارے اچھل پڑے کہ ہم نے غلطی کا اعتراف کر لیا۔ لوح کی عبارت میں فی الواقع الحق صر و لو کان دس غلط ہے اسی حضرت بیوقت کا بہت سا ہنسنا اچھا نہیں ہوتا۔ خوشی کیسی ابھی تو آپ کو اپنے نصیبوں کا بہت کچھ رونما باقی ہے۔ اگر آپ ایسا سمجھ لئے تو یہ بھی آپ کی کج فہمی کا اثر ہے۔

تمہید النذرہ کے ٹائٹل پیج پر جو لکھا ہے اُس کو کوئی لکھا پڑھا غلط نہیں ٹھہرا سکتا۔ الحق صر و لو کان دس ضرور صحیح ہے۔ البتہ آپ کی ذہیان سرائی اور یادہ گوئی سے آپ کی ناقابلیت و جہالت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ اور قطع نظر جہالت کے آپ کی عیاری بھی ظاہر ہو کہ اُس عبارت میں تحریف کر نیسے آپ نہ چو کے۔ کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر اپنی خوے بد کے جوہر دکھائے ہیں۔ آنکھوں والا دیکھ سکتا ہے کہ لوح پر جو عبارت لکھی ہوئی ہے وہ ان کوئی اعراب نہیں دیا گیا ہے۔ آپ نے اپنی طرف سے لفظ دس پر پیش لگا کر اعتراض جمادیا۔

جو بات نفس الامری اور واقعی ہو وہ بمصدقہ گاہ باشد کہ کو دک نادان پد از غلط بردہ زند تیرے پد کیسا ہی نادان کیون نہ کہے اُس کو تسلیم کرنا چاہئے۔ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ جیسے مبتدی بے استعدادی جبکہ مشہد تحصیل نحو میسر ہو اور وہ بھی مارے باندھے بد شوقی کا نا سمجھی کیسا تھوہ ضروریہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ کان کی خبر منصوب ہوتی ہی لہذا دس اچا ہے۔ مگر معمولی استعداد کا طالب علم جسے علماء ادب واصحاب بدیع کی تصریحات۔ شرح شافیہ وغیرہ کی تحقیقات کو سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے وہ جانتا ہے کہ تہذیب النذرہ کی لوح پر حسب طرح یہ عبارت لکھی ہوئی ہے وہ ہرگز غلط نہیں قرار پا سکتی جس کا ثبوت ہم پچند وجوہ ہدیہ ناظرین کرنے ہیں۔ اولاً ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سچ ہے اور ایہ فن نے

ابواب سبع میں جو کچھ تصریح فرمادی ہو نہ وہاں تک اپنی کوتاہی میں نگاہ پہنچی۔ اور نہ آپ کے کان اس  
آشنا۔ اور نفس الامر میں ایسا ہونا کوئی غیر متوقع خیال ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب آپ کا مبلغ  
استعداد نحو میر تک ہے۔ اور وہ بھی بد شوقی کچھ نہیں کیسا تھ پھر کتب فن بدیع وغیرہ  
کا حال آپ کو کیا معلوم ہو سکتا ہو بقول شخصے چہ داند بوزنہ لذات ادرک تم تو غلط شلط  
نحو میر پڑھ کر عالم فاضل محقق محدث مفسر ادیب بدیع غرض کہ سب کچھ اپنے آپ کو سمجھنے لگو  
ہے چنان کرے کہ درستی نہان است: زمین و آسمان اور ہمانست۔ تم کیا جانو کہ محققین  
نے کیا کہا ہے۔ خیر اب ہم سے سُنو کہ تمام علماء ادب اور فضلا بدیع تصریح کرتے ہیں  
کہ جب قافیہ کی رعایت سے مخالفت لغت کا خیال نہیں کیا جاتا پھر حرکت کا خیال نہ کرنا کونسا  
اچھا ہے اگرچہ ترکیب نحوی کا مقتضایا ہی ہو کہ اعراب خاص دیا جائے مگر اسجاع میں  
آخر کلم کی حرکات کا اعتبار نہیں کیا جاوے گا کہ مبنی اسجاع کا سکون پر ہے  
دیکھو فراید میں ہو واعلم ان مبنی الاسجاع علی سکون الاعجاز فتوقف  
علی السکون وان کان الظاهر الوصول لیرفع الاختلاف بین الفواصل  
فی الحركات اذ بذلک یتم التزاج واذا رایتهم یتخرجون الکلم عن  
اوضاعها لا نرد واج فیقولون آتیث بالغدا یا والعشایا ای الغدا  
وہنا فی الطعام ومما یرای ای امر فی مع ان فیہ ارتکابا لما یخالف  
اللغة فما ظنک بهم فی ذلک وقد عد بعضهم ما یرتکب من مخالفة  
الاصل للسمع فزاد علی اربعین الح ملخصا یعنی اگرچہ اصل میں سکون نہ ہو لیکن چونکہ  
اسجاع کا مبنی سکون پر ہے لہذا اسجع میں آخر کلمہ پر توقف علی السکون ہی کیا جاوے گا تاکہ فواصل میں  
اختلاف نہ واقع ہو اور سب یکساں رہیں کیونکہ جب متعدد مواقع پر کلمہ سجع کی ضرورت سے اپنی

اصل وضع پر باقی نہیں رکھا جاتا جیسے بستے ہیں آتیث بالغلایا والعشایا۔ یا کہتے ہیں  
ہَتَّائِی الطَّعَامُ وَمُرَیئِی۔ حالانکہ اصل لفظ غدا واث اور امر معنی مگر بغیر ذرت صبح  
برخلاف لغت کے غدا یا اور مرائی کہدیا۔ پھر اگر حرکت کے مواقع پر سکون کر دیا گیا تو کیا  
قباحت ہے کہ چالیس سے زیادہ وہ امور میں جو صبح کے لحاظ سے خلاف اصل جائز رکھے گئے ہیں  
اگر اس توضیح و تشریح کے بعد بھی اس کتاب کی اس عبارت کا مطلب نہ سمجھو تو کہنے کے  
**صاحب مخفیص** کیا فرماتے ہیں الا سجماع مبنیۃ علی سکون الا عجائز  
کقولہم ما بعد ما فات وما اقرب ما هوآت یعنی صبح کا خبر مبنی علی سکون  
ہوتا ہے جیسے مثل شہد ہے کہ ما بعد ما فات وما اقرب ما هوآت کہ اصل میں  
آیت تھا مگر صبح کی رعایت سے آت بالسکون کر لیا گیا۔ **مطول** میں ہے  
فانہ لو اعتبر الحراکۃ لفات السجم لان التاء من فوات مفتوح  
ومن آت مکسور منون و هذا غیر جائز فی القوافی ولا واف بالعرض  
اعنی تراو جم الفواصل الخ یعنی اگر حرکت کا اعتبار کیا جائے تو صبح باطل ہو جاتا ہے  
اسلے کہ فوات میں تاء مفتوح ہے اور آت میں مکسور منون اور قوافی میں نہ یہ اختلاف  
جائز اور نہ صبح کی اصل غرض کے موافق لہذا سکون مختار ہوا۔ یہ توہم نے بطور قاعدہ و کلیہ عامہ کے  
بیان کیا اب لگے ہاتھوں دو چار مثالیں خاص بھی ملاحظہ فرمائیے۔ **علامہ حریری**  
مقامات میں فرماتے ہیں۔ کانوا اذا ما نجعتہ اعوزت۔ فی السنۃ  
الشعباء مروضا اریض۔ حالانکہ مروضا کی صفت میں اریضا ہونا چاہیے  
تھا مگر اریض کر لیا۔ پھر فرماتے ہیں طعمون الضیف لهما غریض۔ یہاں ہی غریضا  
کی جگہ غریض کر لیا ہی علامہ فرماتے ہیں حتی یرئی ما کان ضنکارا حییب۔

اور فرماتے ہیں مستغلق الباب منیعاً مصیب کہ ضنکاً اور منیعاً کہ ساتھ  
 بین مرحیباً اور مصیباً چاہئے تھا مگر سحاب اور مصیب کریا = فاضل علامہ  
 شیخ ملوانی رحمۃ اللہ علیہ خطب جمعہ میں (روح مطبع کا مسئلہ مصرین مطبوعہ محکمہ کتب  
 فرماتے ہیں الحمد للہ الذی نزلہ احبابہ عن نزحرف ہذا الدار۔ وجر  
 قلوبہم عن الاغیار۔ ولم یزد عنہم الدنیا استخفافاً و**استحقاقاً**  
 بل لکونہا عند الخسیسۃ المقدس۔ (الی ان قال) واشہد ان سیدنا  
 ومولانا محمداً عیدہ ورسولہ نبی ما شیع ثلاثۃ ايام تباعاً من خبیث  
 حتی مضی بسبیلہ ولحق بثلث الدار۔ ومات ولم یخلف شاة ولا یعیر  
 ولا درہماً ولا دینار۔ مع ان اللہ تعالیٰ عرض علیہ بطحاء مکہ ذهباً  
 خالی الا الفراس۔ کہ استخفافاً اور درہم کے بعد استحقاقاً اور دیناراً  
 کے جگہ استحقاق اور دینار سکون رکھا گیا۔ اور اگر صاحب فراید صاحب تہذیب  
 مطول۔ علامہ حریری وغیرہ بخیاں قدامت کے نامعتبر ٹھہریں۔ زمانہ قریب کے علماء کی سند  
 درکار ہو تو افضل البلیغ۔ الکمل الفصحا حضرت جناب لانا مولوی فضل حق خیر آبادی کے کلام  
 پر نظر ڈالئے۔ جسکے بحر علوم جسکے افضل الاقران ہونے میں شاید آپکے صدر دماغ کو ہی کلام نہ ہو  
 جسکے متفیدین وقلذین کے نام ندوہ کے رویدادوں میں نہایت تعظیم و تکریم کیساتھ لکھی ہیں۔  
 قصیدہ مطبوعہ لکھنؤ میں فرماتے ہیں لہر من ان یحیی الی  
 بنادیت ما لا اوفرس۔ والا کے بعد فرسا چاہئے تھا مگر فرس سکون میں استعمال کیا۔  
 علیٰ ان القیاس اگرچہ کان کی خبر منسوب ہوتی ہو مگر رعایت سجع صلی حرکت کا اعتبار نہ کیا گیا۔ گو خبر کے  
 لحاظ سے درسا چاہئے تھا مگر سجع کی رعایت سے درسا سکون رکھا ضرر نہ ہوا۔

ثانیاً اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہاں سبج مقصود نہیں ہے تب بھی تہذیب اللہ وہ کی لوحی عبارت  
 پر اعتراض واقع نہیں ہو سکتا کہ اہل علم پر واضح ہے کہ استعمالات وقف میں قبایل عرب کے  
 لغات تین طرح پر واقع ہوئی ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک لغت یہ ہے کہ زبر۔ زیر۔ پیش تینوں حالتوں  
 میں وقف بالکون ہوتا ہے۔ اور تینوں لغت صحیح ہیں۔ کسی ایک لغت پر بھی غلط کا اطلاق کرنا نہایت  
 امر قبیح ہے۔ جاہل برومی میں ہے الاول المنون۔ وفيہ ثلثة مذاهب منقسم  
 من یقلب النون حرف مد فی کل الاحوال فیقول جاء نریڈ۔ و۔ رایت نریڈ۔  
 مرہت بزید حی۔ ومنہم لیسکن فی الاحوال کغیر المنون فیقول نریڈ۔ ومنہم  
 من یدلہ فی المنسوب الف المم یعنی منون کے وقف میں تین استعمال ہیں ایک یہ کہ رفع کی  
 حالت میں واو سے بدل دین نصب کی حالت میں الف سے جر کی وقت میں یا سے جیسے جاء  
 زید و رایت زید امر مرت بزیدی۔ دوسرا استعمال یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں ساکن رکھیں رفع  
 نصب جر ہر حالت میں زید بسکون ال پڑھتے ہیں تیسرا استعمال یہ ہے کہ رفع اور جر کی صورت میں  
 ساکن رکھیں اور نصب کی صورت میں تنوین کو الف سے بدل کر رایت نریڈ پڑھیں۔ وکذا فی  
 غیرہ من کتب الفہم یہاں پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ علماء نے نہایت تصریح کیساتھ  
 فرمادیا ہے کہ جملہ قبایل عرب کے جس قدر بھی لغات متعارفہ ہیں محض تین سب مساویۃ الاقدام ہیں۔  
 غلط کا اطلاق کرنا خود غلط ہے البتہ اُن کے باہم یہ امتیازی حالت ضروری کہ بعض فصیح ہیں بعض افصح۔  
**اختلاف لغات** کے بیان میں خصائص میں لکھا ہے وکلھا حجتہ واعلم  
 ان سعة القیاس یسیم ذلک لعمدہ ولا یحظر علیہم الا تری ان لغة التمیمین  
 فی تراک اعمال ما یغلبہ القیاس ولغة الحجازین فی اعمالہا کذلک لان لکلا وجہ  
 من القولین ضرر یا من القیاس یؤخذ بہ وینخرج علی مثلہ ولسن لک ان ترد



احدی اللغتين لصاحبتهما لانهما ليست احق بذلك من رسلتهما لکن غایۃ  
 مالک فی ذلك ان تخیر احدیہما فتقوم علی اختصار و تعقدان اوی  
 القیاسین اشدّ للنسباً بما ساد احدیہما بالآخری فلا الخ یعنی قابل  
 عرب کے جتنے لغات ہیں وہ سب صحیح اور قابل احتجاج ہیں اور وجہ اسکی یہ ہو کہ وسعت دلیل قیاس  
 کسی ایک قبیلہ پر اعتراض و قباحت نہیں ثابت ہونے دیتی دیکھو کہ بنی تمیم ما کو عامل نہیں  
 ٹھہراتے ہیں اور ان کے پاس اسکی دلیل ہے۔ حجاز میں اسکو عامل مانتے ہیں اور وہ بھی  
 اپنی دلیل پیش کرتے ہیں لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کی خاطر سے دوسرا استعمال مردود  
 ٹھہرایا جائے۔ غایۃ الامر یہ ہو سکتا ہو کہ تم ایک شق اختیار کرو اور اسکو دوسرے قوی سمجھو  
 باقی یہ کہ دوسرے استعمال دوسرے لغت کو غلط کہہ دیا جائے۔ سراسر غلطی ہو۔ نیز آخر باب  
 میں ہو و کیف تصرف الحال فالناطق علی لغة من۔ اللغات العربیۃ مصیب  
 غیر مخطئی وان کان غیر ما جاء به خیراً منہ الخ یعنی بہر حال لغات مختلفہ میں  
 سے ایک لغت کا تتبع کرنا لا اہر کہ مخطئی نہیں قرار پاسکتا وہ ضرور مصیب ہے اگرچہ دوسرے لغت  
 اس سے بہتر ہے کیونکہ نہ ہو۔ پس اگر یہاں سچ کا نہ ہونا ہی تسلیم کر لیا جائے تب بھی معترض صاحب  
 کا اعتراض واقع نہیں ہو سکتا کہ مجرد وقف کے اعتبار سے لفظ دس کی را کا ساکن ہونا  
 محاورہ عرب کے موافق ہے جسکو کوئی پڑھا لکھا غلط تو درکنار غیر فصیح بھی نہیں کہہ سکتا۔ تم جیسے  
 جاہلون کے کہہ دینے سے محاورات فصیحہ اہل عرب مخدوش و مجروح ہو جائیں۔ این خیال است  
 و محال است و جنون۔

مثلاً لثا وقف کو یہی جانے دیجئے۔ سچ کو یہی چہوڑیئے۔ دو دن سے قطع نظر کر کے بعد  
 یہی اعتراض واقع نہیں ہو سکتا۔ حضرت سلامت اخبار میں ریل مضمون چھپوا دینے سے کوئی

کوئی وقت حاصل نہیں ہو سکتی۔ جہالت کا داغدار وجہ مٹ نہیں جاتا۔ نگویہ بھی خبر ہو کہ رسم خط  
 میں محققین فن کے کیا کیا مذاہب ہیں۔ کتب فن میں اسکے متعلق کیا کیا توضیحات و تفسیرات ہیں۔ تم  
 جیسے نفسانیت پسندوں ناحق کوششوں سے یہ امید رکھنا تو فضول ہو کہ احسان فراوانی زکرو شکرۃ  
 بجا لاؤ مگر خیر تم مانو یا نہ مانو اس پہلو بحث نہیں اس بارہ میں محققین نے جو لکھا ہو وہ تھوڑا بہت تمکو بتائے  
 دیتے ہیں لیکن سنے قدر ماکے نزدیک حالت نصیب میں الف کا لکھنا مرسوم نہ تھا ماکا سبب و ضخیم  
 پس باوجود اس بات کہ سچ نہ ٹھہرے وقف سے بھی قطع نظر کر لیجائے کان کی خبر بھی ہو تب بھی  
 لفظ دسا کا بغیر الف کے منصوب ہونا بحسب اس رسم خط کے صحیح ہے۔ ان متاخرین کی رسم خط میں اگرچہ  
 حالت نصیب میں الف کا لکھنا پایا جاتا ہو۔ مگر قدما کی رسم کو غلط یا غیر صحیح وہ ہی نہیں کہتے۔ یہی وجہ ہے  
 کہ متاخرین کلام میں بھی علماء محققین بعض مواقع پر اسی احتمال کو جاری کیا ہو۔ غلط و غیر صحیح یا قبیح نہیں سمجھا لیا۔  
 ابن حاجب نے فرمایا **الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد۔ جامع الغموض میں**  
 اسکی شرح میں لکھا ہو و احتمال دارد کہ قولہ مفرد بود اگرچہ رسم خط تقاضا نمیکند زیرا کہ نوشتن الف بعد اسم  
 منصوب مرسوم است و در نسخ کافیہ بعد قولہ مفرد الف نمی نویسند لیکن قولہ مفرد صلاحیت دارد  
 کہ منصوب باشد الخ یعنی مفرد میں دال کے بعد اگرچہ الف نہیں ہو مگر پھر بھی اسکو منصوب پڑھ سکتے ہیں۔  
**ما شکندی حاشیہ فواید ضیائیہ میں** فرماتے ہیں قولہ ان لم یساعدا  
 رسم الخط ای رسم خط المتاخرین۔ فان المتقدمین رسم مرسوم  
 الالف مکا میں فی محلہ الخ۔ سبق امر نحو بی ثابت ہو گیا کہ سچ یا وقف کا بھی لحاظ نہ ہو اور لفظ  
 دسا کان کی خبر منصوب ہی ہو تب بھی الف کے نہ ہونے سے اعراض صحیح نہیں ہو سکتا۔ اسکو غلط  
 ٹھہرا کر اعراض کرتا یہ فی الحقیقت اپنی جہالت کا اعتراف ہے و بس  
 رابعاً اس مقام پر ہم معذرت کرتے ہیں معافی مانگتے ہیں کہ آپ جیسے نادان بچوں کو شروح

دعوائی کافیہ وغیرہ کی تکلیف دینا یہ ضرور وضع الشیء فی غیر محلہ اور تکلیف ملا لیطاق ہوتا  
 ہاں ان ہم ضرور چوک گو کہ بجلادہ شخص جس کی تنہا تحصیل نحو میر ہو وہ ان کتب کے حالات و تصریحات  
 کو کیا سمجھ سکتا ہے لہذا اب آپ دونوں آپس میں کہو لکر نحو میر کا مطالعہ کیجئے وہی نحو میر جس آپ کان  
 کا ناقصہ ہونا اور لفظ دس کا اسکی خبر واجب النصیحہ برکتفاخر اور علو ہمتی و وسعت خیال کیساتھ  
 نقل کرتے ہیں۔ اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ بدانکہ بعضے ارازمین افعال و بعض احوال بقا علی تنہا تام شونہ  
 چون کان مضطرب شد باران بمعنی حاصل وادراکان نامہ گویند الخ پس اس تقدیر پر بھی وہ فقرہ  
 لوح کا صحیح ہو سکتا ہے اور مطلب یہ ہو گا کہ تم جیسے کہ فہمون کو امر حق گوارا نہیں ہوتا اگرچہ چوتھی طے یعنی اسکے  
 قبول میں کتنا ہی نفع کیون ہو مگر حق ناحق پسند کو برا ہی معلوم ہو گا حضرت سلامت نحو میر کا ذکر تو یوں  
 ہی کر دیا گیا کہ آپ کا مبلغ علم وہی ہو ورنہ قاصد وغیرہ میں کان کے استعمالات کی بہت  
 کچھ تشریح موجود ہے۔ بیان سے یہ امر بھی ظاہر ہو گیا کہ خود بدولت کو چشم بد دور نحو میر سمجھنے کی بھی  
 پوری لیاقت نہیں ہے ورنہ کان کو صرف ناقصہ ہی نہ سمجھ لیتے بقول شخصے ادنٹ رے اونٹ  
 تیری کوئی کل بھی سیدھی ہو مقامات حریری نہ دیکھی تھی خیر شوق کافیہ شروع شافیہ تک نظر نہ پہنچی  
 تسلیم تلخیص کا نام نہیں سنا تھا یہی منظور۔ نحو میر بھی سمجھ کر کسی اُستاد شفیق سے نہیں پڑھی تو بوجہ اس  
 اور کیا کہا جاوے کہ اللہ رحم کرے ۱۵ اے تو مجموعہ خوبی زکد شش گویم ۱۶۔

خامساً آپ جو فرماتے ہیں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ کاتب کی غلطی ہو کیونکہ اگر دسرا کہا جاتا  
 صبر کا جمع رفوچکر ہو جائے۔ اس کہنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی عقل رفوچکر ہو گئی۔ دماغ  
 چل گیا ہے سمجھ میں پھیر ہے۔ ورنہ ٹکوں کیونکر دریافت ہو گیا کہ لوح کہنے والے نے سچ کو ملحوظ رکھا اور  
 کان کو ناقصہ اور لفظ دس کو خبر ٹھہرا کر الف کو قصداً چھوڑ دیا ہے جس پر آپ نہیں کہا جاسکتا بڑے  
 زور کیساتھ فرما کر غلطی طبع کا احتمال قطعاً قطع کرنا چاہتے ہیں کہ اگر دسرا ہو گا تو سچ باقی نہ رہے گا۔

کیونکہ یہ سب امر کی فرع ہے کہ تکوینی نویس کی نیت کا حال معلوم ہو۔ لوح نویس نے کب کہا کہ یہ سچ ہے۔ پس اگر قبول آپکے یہی کہا جا کہ لوح نویس کی غلطی سے الف رہ گیا اور نفس الامر میں درسا ہوتا تب بھی کوئی اعتراض واقع نہیں ہو سکتا تھا۔ باقی آپکے احکام جبروتی آپکی جبروت سے عجب نہیں کہ ارشادات جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی طعن کرنے لگو۔ مثلاً ارشاد مقدس ہے انفق یا بلال۔

..... اقلا لا کہ یہی اعتراض سچ نہ رہنے کا اپنے خیال پر احتمال کے بموجب یہاں بھی کر سکتے ہو کہ اگر اقلا لا کہا جا تو بلال کا سچ رفوچکر ہو جائے۔ حالانکہ یہ اعتراض اسی وقت وارز ہو سکتا ہے کہ مسیح ہونیکا دعویٰ کیا جائے والا فلا۔ ہاں ہاں عجب نہیں کہ تم اپنی کج فہمی سے کلام الہی پر بھی اعتراض جما دو۔ اگر کچھول نہ گئی ہو تو پارہ عمر کو دیکھو جس کو مسلمانوں کا بچہ بچہ پڑھتا ہے سورہ بکرا میں لا اقسیم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد ووالد وما ولد لقد خلقنا الانسان في كبد ايمحسب ان لن يقدا عليه احد يقول اهلكت ما لا لبدا ايمحسب ان لم ير احد = یہاں ہی کہہ دو کہ لبدا غلط ہے کیونکہ سچ رفوچکر ہوا جاتا ہے ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ اب عرض ہنفرض یہ ہے کہ بضرورت سچ سکون کو نہ مانے استعمال و توفیق کا لحاظ نہ کیجئے۔ متقدمین کے رسم خط کی بحث کو بھی چھوڑیئے۔ کان کو نامہ بھی نہ ٹھہرائیئے کتابہ کی غلطی وہو سے الف رہ جائیکا عذر بھی نہ سنے۔ لیجئے ہم آپکا اعتراض مبارک ہی تسلیم کیئے لیتے

لوح نویس کی جہالت سے ایسا ہو گیا یا جو کچھ بھی آپ تعبیر کر میں ہم اُسکیو مانے لیتے ہیں مگر بات یہی ہے کہ آپ بھی اراکین مذوہ۔ منتظمین تحفہ محمدیہ سے انکی غلط فاحشہ کا اقرار کر ایے جسے مذہب اہلسنت کو سخت ضرر پہونچتا ہے۔ آیات کریمہ میں جو رد و بدل کیا ہے اُن غلطیوں کی اصلاح کر ایئے اُنسے اقراء واضع لیجئے۔ مذہب اہلسنت کی مخالفت میں سائل مذوہ میں جتنا جتنے شایع کیا ہو اُس سے تو یہ لیمجو۔ ورنہ ہمارا جی باغ کو غلط سمجھ کر سیدی بات کو اُنسا ٹھکر کر ہم پر اعتراض جما اور اراکین ارباب کی غلط فاحشہ کو حق بتانا مسلمان

۲۔ (تہذیب کا حال یہ ہے کہ صفحہ ۱۲ میں ہے کہ اراکین کے پٹھے میں اپنی ٹانگ اڑانیکا قصد کیا)

اس اعتراض کا منشا مولوی حقانی صاحب اور مصنف جلال العیون وغیرہ کی زبان درازیوں کی پردہ پوشی ہو۔ مگر سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ اُن الکی تدابیر سے کامیابی کا خیال ایک موموم اسید بلکہ غیر ممکن منصوبہ ہو۔ تھوڑا غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات کو اردو کے روزمرہ کی بھی ہوا نہیں لگی۔ خیر عربی کا سمجھنا سمجھنا تو بڑی بات بھی ہے۔ عام طور پر یہ مثل بان زدہ عام ہے کہ پر اسے پٹھے میں اپنی ٹانگ اڑانے کیسے کیا حاصل۔ اب خواہ مخواہ کھینچ تان کر اپنی خوی بد پر ہی کوئی مجھول کرے تو اسکا کوئی علاج نہیں۔

۳۔ (حضرت مولانا امانت اللہ صاحب غازی پوری کی شان میں نہایت گستاخی کی گئی کہ زور میں مہادیوی ہو جا کر)

اس اعتراض کا منشا صرف اسی قدر ہے کہ اراکین ندوہ کے سرپرچو جماعت کا ٹوکرا کر کہا ہوا ہو اسکا بوجھ کھینچ کر چمک ہو جا۔ اُن سپر سے افترا پردازی بہتان سازی کا الزام اٹھادینا چاہئے۔ ارباب ندوہ نے جب یہ امر ملاحظہ کیا کہ ندوہ کی شناغات ندوہ کے مفاسد عام طور پر شائع ہو گئے لہذا بعض علماء اہل سنت کی نسبت عوام کا لانعام کو یاد کرنا چاہا کہ وہ حضرات جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب شاہ ولی اللہ صاحب شیخ مجدد صاحب وغیرہم کی تکفیر کرتے ہیں پس ان کے کسی قول پر دقت نہیں کرنا چاہئے۔ جب اس تزویر کی قطعی رخم الہازل وغیرہ میں کہو لئی گئی تب بمصدق الکذب بہلک اپنا سامونہ لیکر گئے اب اس خفت کو مٹانا بھی چاہئے لہذا معترض صاحب نے یہ تدبیر سوچی کہ صاحب ہندیا الندوہ کے سر ایک الزام تحو پ دینا چاہئے۔ اسی حضرت آپکا دل خوش کرنا لے تھوڑی دیر کیلئے ہم بھی مانے لیتے ہیں کہ صاحب تہدید نے آپکے غازی پوری صاحب پر ضرور افترا کیا مگر جس مقام پر کہا ہے ذرا اُسپر بھی ایک شدہ میلی نگاہ ڈال جائیے۔

صاحب تائید الندوہ نے علماء اراکین ندوہ کے سر تا جو کہ ذکر میں مولوی عبدالحق صاحب حقانی مولوی محمد علی صاحب ناظم۔ مولوی امانت اللہ صاحب غازی پوری مولوی شبلی صاحب ہار کا ذکر کیا تھا۔

اسکے جواب میں تہدید اللہ وہ میں لکھا گیا وہی مولوی محمد علی صاحب جو فرماتے ہیں کہ مقلد وغیرہ مقلد کا اختلاف ایسا ہے جیسا حقیقی و شافعی کا اختلاف۔ وہی نان جو فرماتے ہیں کہ خفیہ شافعی کے باہمی اختلاف کو دیکھا جائے تو اس کے رو سے ان کے باہم اسلامی شرکت بھی نہیں رہ سکتی وہی نان جو عقاید نزاریہ میں سایل کو راہ راست بتانے کی ممانعت فراوین۔ وہی نان جو کل تکسہ فیض کو کافر کہہ کر شیعہ دینی کے باہم مناکحت حرام بتاتے تھے۔ وہی شبلی صاحب بھادر جتنے نزدیک افتراق امت کی حدیثین علما نے اپنے دل سے گڑھ لیں۔ وہی نان جو امام اعظم پر افتراق کرتے ہیں کہ آنحضرت کسی فرقہ کی تکفیر جائز نہ سمجھتے تھے۔ وہی مولوی عبدالحق صاحب جو شیعہ دینی کے اختلافی عقاید کو غیر قطعی اور ذرا سی بات کہیں یہی مولوی امانت اللہ صاحب جنہوں نے حلالہ کی ضرورت مٹانیکے لئے زوجین سے مہادیو کی پوجا کرائی۔ اب انصاف پسند حضرات ارشاد فرمائیں کہ صاحب تہدید نے بالفرض غازی پوری مولوی صاحب پر افتراق ہی کیا مگر مولوی محمد علی صاحب حقانی صاحب شبلی صاحب نیچری بھادر کی نسبت جو لکھا گیا تھا اُس سے کیونچشم پوشی لگینی اور اُس کا کیا جواب ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ اذالہ تستحیٰ فقل ما شئت۔ شرم چہ کتی است کہ پیش ندویان بیاید۔ مگر مسئلہ نویں صاحب کی حق پوشی سے ندوہ کی پاس شدت کیا بین تو مخفی نہیں ہو سکتی ہیں حقیقت الامر یہ ہے کہ آنکھوں میں خاک جھونکنا اسی کو کہتے ہیں جتنی کھی ٹنگنا ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا جس بات کو ہر چہ بڑا جانتا ہو۔ عام طور پر جو امر شہرت پا چکا اُس کو آپ افترا ٹھہرا کر اپنی بلا دوسروں کو چسپین یہ بھی آپ کی ک فہمی کی کھلی دلیل ہے۔

۲۔ (جناب حکیم علی حیدر خاں صاحب لکھنوی صوفی مشرب عالم ہیں البتہ مسئلہ وحدۃ الوجود کو علانیہ کہا کرتے ہیں مگر وہ کہیں یہ نہیں کہتے کہ معاذ اللہ میں خدا ہوں اگر وحدۃ الوجود کے قائل ہوں نیسے خدائی کا دعویٰ لازم آتا ہو تو وہ حضرات مشایخ جتنے نامی اس سالہ میں تھے ادب تعظیم سے لکھ گویا نہ پڑھیں یہ الزام عاید ہو سکتا ہے)

اجی حضرت یہ کہنے لگا کہ مسلمانوں کو وحدۃ الوجود جماعیہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔  
 ہو یا اس شریعتی پر معاذ اللہ کفر و شرک کا اطلاق جائز ہو سکتا ہو۔ ذرا چار انگلیں تو کیجئے فرمائیے تو سہی آپ کے جگر  
 میں بہت ایسے بھی ہیں یا نہیں۔ ہاں ان نہیں جانتا کہ یہ فضیلت بھی آپ ہی کے جتنے والوں کو حاصل ہو اور کیا کر  
 شرک یعنی ان کے پسندیدہ قدرت مشرب کو کفر و الحاد کہنے والے حضرات آپ ہی کے مدد میں حامی اسلام اُٹھ کر آئیں  
 اور اسے بھی جانے دیجئے صوفی صافی مشرب بن کر پھر جس ایسی مسئلہ پر مونہہ آئیو اسے حضرات کیا نہ کہہ کر انہیں  
 ہرگز حضرت سلامت تم نے تو سمجھنے کی قسم کھالی ہو۔ تم تو سمجھ کے پیچھے لٹھ لئے پھرتے ہو ورنہ ہم سچا تفصیل  
 کیساتھ سمجھانے کا قصد کرتے کہ اس بارہ میں جو حضرات صوفیہ کرام کا مشرب اُس پر نہ کفر و الحاد کا اطلاق درست  
 ہو سکتا ہو اور نہ آجکل کے جاہل متصوفہ نے جو اس کو سمجھ نہ کہا ہو وہ صحیح ہو۔ فی زمانہ جو چند دنیا طلب لڑکے دمنش  
 بخونہ شریعت لگاؤ نہ طریقت کوئی علاقہ نہ ادا کرنا شوق نہ مہنیاں خطر عقاید اجماعیہ ضروریات  
 و قطعیات مذہب اسلام کی مخالفت پر کمر بند ہو کر افضلیت حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو  
 ٹھکرو سلا بتائیں۔ بلکہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو انبیاء کرام پر تفضیل دین۔ مناقب تصوف میں رسول عظام دنیا  
 کرام کی تحقیر و اہانت کو فقیر کی اصل اصول سمجھیں حضرت سیدنا محمد اویہ رضی اللہ عنہ کی شان قدس اعلیٰ میں  
 کمال گستاخی و دریدہ دہنی سے پیش آئیں ان کا صوفیہ کرام کی گردہ میں شمار ہونا کیسا دُور پچھے غالی و رخصتی ہیں  
 شب و روز کلمات کفریہ کا وظیفہ رکھیں تو خدا میں خدا وغیرہ وغیرہ۔ جب اعتراض کیجئے سمجھائیے کہ بندہ خدا  
 زندگی کے دن کی ہر آخر نمازیہ کیا بکواس لگا رہی ہے یہ کسی بے دینی ہر اور عوام کے سامنے بحیلہ مسئلہ  
 وحدت وجود کو ملا فرق مراتب یہ کلمات کفریہ تو خدا میں خدا سارا جہان خدا علانیہ مونہہ سے نکال کر لکھا ہوا زندہ قرآن ہے  
 تو جواب میں کہہ دیں کہ ارے کیا بھی تو فقیر کی لٹکے ہیں ہی تو وہ اسرار و معارف ہیں جو سینہ بسینہ ہو چو پوچھ رہے ہیں۔  
 تم ظاہر میں ان رموز کو کیا سمجھو تم فقیر ہیں وحدۃ وجود کا قابل ہیں۔ بس اہل انصاف نزدیک یہ عذر ضرور بدتر از گناہ ہے  
 کہ رخص کو کلمات الحاد کو وحدت وجود سے کیا علاقہ اور فی الحقیقت مسئلہ وحدت وجود اور حضرات صوفیہ کرام کی کمال گستاخی

اس ثابت ہوتی ہے معلوم نہیں کہ ان صاحب کی نسبت مائل برض ہونا بھی ہو لکھا گیا مرسلہ نویس صاحب کو کیوں اور اگر کوئی  
 (۱) کہ نزدیک الہست ہی حضرات ہیں مخالف مذہبین جو خیر الہی ہستی ہست کی نزدیکی کوئی ایسی نہیں کہ کچھ دیکھا  
 ہم نہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح پر ادا لائندہ الذودہ کی عبارت نقل کر دی جاے تا یہ الذودہ میں جس طرح میں کوئی  
 کام نہیں ہو سکتا اس پر چند خیال حضرات ایک جگہ مجتمع ہو نیسے بخوبی انجام نہیں پاسکتا جس کام کیلئے  
 مقلد غیر مقلد وغیرہ یکدل نہ ہوں وہ ہرگز وجوہ اس انجام نہ پاویگا۔ اس کے جواب میں تہذیب الذودہ میں لکھا گیا تم اس کا  
 ثبوت دیکھتے ہو کہ صرف حضرات الہست کے اتفاق کا یہ اثر نہیں ہے کہ آپ حضرات آج کلمہ کا اقرار کرتے ہیں کیا اگر  
 مبتدعین کے مشورہ اور مصلحت وقت پر کارروائی کی جاتی تب بھی آج مذہب الہست کا وجود باقی رہ سکتا تھا کیا حضرات  
 علماء الہست درالعلوم قایم نہیں کر سکتے کیا انصاری اور آریہ کے اوہام باطلہ کی تردید کر نیسے علماء الہست  
 عاجز ہیں کیا اسلام کی حقانیت کا ثبوت علماء الہست پیش نہیں کر سکتے کیا تا وقتیکہ سب ایک ہو جائیں  
 مذہب حق مخفی رہ گیا اگر قریات و قصبات میں سنی و اعظم مقرر کی جائیں تو اسلامی تائید تصور نہیں کیا اور  
 عوام الہست پر ان فی خارجی نہ چری و دہابی کا نسبت علماء الہست زیادہ اثر پڑیگا ان امور میں وہ کونسا  
 کام ہے جو علماء اہل سنت کی متفقہ کوشش سے انجام نہیں پاسکتا۔ اس کے جواب میں مرسلہ نویس صاحب یہ  
 بے نیکی ہانکتے ہیں عجب نہیں کہ اپنی کج فہمی سے یہ یقین کر لیا ہو کہ دنیا میں سب کے سب بدولت جیسے  
 سمجھ کے ہیں۔ اسی حضرت ہمارے نزدیک الہست کا مصداق کوئی کیوں ہو۔ آپ سے جو سوال کیا گیا ہے  
 اس کا جواب عنایت فرمائیے۔ اس پھیر بھار کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مذہب کے سرکر کے مطابق ضابطہ  
 یہ بھی کہہ دیتا تھا کہ شیعہ۔ نجری غیر مقلد سب الہست میں داخل ہیں سب خدا راضی سب کو ایک نظر سے دیکھتا  
 آپ یہ یقین کر لیجئے کہ علماء الہست ہرگز اس شخص کو داخل الہست نہیں سمجھ سکتے جو شیعہ و سنی کے  
 اختلافی عقاید و مسائل کو غیر قطعی اور ذرا سی بات کہے۔ جو جمیع فرق کہ گویا کہ خدا کو راضی بنا دے غیر ذلکہ  
 من العقاید الباطلہ والادہام الفاسدۃ۔ حضرت سلا الہست خارج ہو نہ ہو کیا ذکر کرتے ہو یہ دریافت



کچھ کہ ایسے لوگ وسیع دائرہ اسلام میں کبھی نکلے ہین یا نہیں۔ خواہ آپ کو صد ہون یا ناظم ہون شریعت مطہرہ  
 سب پر ایک حکم نافذ کر دے۔ ضروریات میں کوہیکا را در زاید بنا کر اور پھر اسلام کا دعویٰ کرنا جھوٹا نہیں ہے  
 اور کیا ہی باقی کچھ کر دکھانے کا حال اہل عقل انصاف بخوبی جانتے ہیں کہ روافض و دہائیہ نیچر کی تردید میں  
 علماء اہلسنت کتنا بڑا حصہ لئے ہوئے ہین۔ تمہارا انکار کر دینے سے انکی سعی مشکوہ میں کی خرابی نہیں پیدا ہو سکتی۔  
 ۶۔ (معیار الحق کا جواب کئے لکھا جناب لانا ارشاد حسین صاحب مرحوم را امپورنی جو تاحیات شریعت وہ رہی)  
 کیا کہنا آپکی معلومات شریفہ کا۔ دیدہ کی صفائی ایسی ہی ہونا چاہئے۔ یکے حیا دار ایسے ہی ہوتے ہین۔ ذرا  
 پھر تو کہئے کہ معیار الحق کی تصنیف ہو اور انتصار الحق کے تصنیف فرانیسے مولانا مرحوم پر کوئی سخت  
 الزام بھی قائم ہوا یا نہیں۔ آپ تو بھلا ایسی باتیں کیوں بنائے گئے۔ مگر آپکا اکھڑ پرن۔ آپکی خاموشی آپکو کوئی  
 فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ لیجئے ہم ہی سے سن لیجئے یہ وہی معیار الحق ہے جسکے مصنف کو اپنے ان ہی  
 کرتوتوں کی پاداش میں مکہ معظمہ میں جیلیاں بھگتتا پڑا۔ اور اپنی جان کی خیر نہ دیکھ کر توبہ کی آڑ سے گلو  
 خلاصی کرائی۔ یہ وہی معیار ہے جسکے مصنف ہندوستان میں پہنچ کر جب توبہ سے انحراف کیا تو ان کے  
 خلیفہ اعظم لاہوری صاحب نے کہ وہ بھی مذہب کے رکین ہیں مکہ معظمہ کو دار الحریۃ ہندوستان کو دارالاسلام  
 قرار دیکر اپنے اُستاد کی عظمت بڑھائی۔ دیکھو نور الانوار کا پنور۔ کیوں جی اب بھی سمجھے۔ یا اب بھی نادان  
 نادان ہی رہے۔ ہاں ہاں تم ایسے سہل کب سمجھو گے۔ خیر لوین سمجھو کہ سرگردہ ضالین و مبتدعین فہم نہ ہو  
 غیر مقلدین مولوی دہلوی کی تصنیف ہے۔ انکی تردید میں جناب لانا محمد ارشاد حسین صاحب را امپورنی رسالہ  
 تافہ انتصار الحق تالیف فرمایا۔ یہ کچھ یاد رکھو کہ یہ وہ مولوی دہلوی ہیں جنکے مدیج و محامد مذہب پاس ہو کر  
 شایع کو گئی ہین۔ دیکھو رویداد جلہ لکھنؤ حصہ ضامن نظم و نشر وغیرہ۔ یہ وہی مولوی دہلوی ہیں جنکے اختلاف  
 ضلالت کو حقیقی و شافعی جیسا اختلاف رحمت ٹھہرایا گیا ہے۔ کیا مولانا مرحوم خود کش مفسد سرچھوڑ کر نیت  
 خادجی کے بانی نہیں ٹھہری۔ کیا حسب فضائل تعزیرات ہند سنگین سزا مستحق نہیں ہوئے۔ اگر کچھ بھی شرم حیا

تو مولانا مرحوم کا نام زبان پر نہ آتے۔ یہ وہی مولانا مرحوم ہیں جنکی مہر فتاویٰ مولفہ مولوی محمد شاہ صاحب دہلوی  
مسطوبہ بمبئی پر ثبت ہے جن میں قائلین تحقیق امثال جناب سید المرسلین و محدثین معنی خاتم النبیین کی تکفیر لکھی ہے۔  
یہ وہی مولانا مرحوم ہیں جو تبرائی روانض کیساتھ منا کحت کو ناجائز بتاتے ہیں چہ جائیکہ روانض خالی۔ یہ وہی  
مولانا مرحوم ہیں جنکی تہر جامع الشواہد پر ہے۔ جانتے ہو کونسی جامع الشواہد۔ ہاں وہ جامع الشواہد ہے جس میں  
اقوال مشہورہ مولوی اسماعیل دہلوی و مولوی نذیر حسین دہلوی وغیرہ کی تفصیل و تکفیر ثابت لکھی ہے۔ وہاں یہ کہے  
ہے پیچھے اقتدانا درست ٹھہرائی ہے۔ یہ وہی مولانا مرحوم ہیں جو تفضیلیہ کو خارج از اہلسنت ٹھہراتے ہیں۔  
اب کہو کہ مولانا مرحوم تمہارا موافق ٹھہرے یا سخت مخالف۔ رہا انکی شرکت کا دعویٰ یہ بھی ایک مایہ نازیما  
خیال ہے اس سال تک ابتدا مذکورہ کو چار سال گزرے انکا انتقال اس پہلے ہو چکا تھا اگر ایسا ہوتا تو کسی  
روئے زمین تو اسکا تذکرہ ہوتا انکو تلامذہ و متفیدین میں سے کسی کو تو اطلاع ہوتی حالانکہ انکی اکثر تلامذہ اور  
مخصوص متفیدین کو مواہیر فتاویٰ السنہ پر ثبت ہیں مگر اس بوکھلاہٹ کا جواب نہیں۔

۱۔ (ظفر المبین کا جواب کہنے لکھا مولانا منصو علی صاحب نے) = اہا آپ مولانا محمد منصو علی صاحب  
کو بھی جانتے ہیں۔ مگر سچ یہ کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ حضرت سلامت یہ وہ مولانا منصو علی خان صاحب  
ہیں جو فتاویٰ السنہ میں فرماتے ہیں جوابات مسطورہ مطابق اہلسنت میں کسی سنی کو جائز نہیں کہ ان  
اصول کا خلاف کرے میری رائے میں اہلسنت کا جلسہ جدا ہونا مناسب ہی بلکہ ضرور ہے پھر اہل تشیع وغیرہ  
اختیار ہے چاہیں تو اپنے جدا جدا مجالس کریں اہلسنت اور دیگر فرقوں میں اتحاد نہ ہی کرنا مذکورہ کی  
قوت سے باہر ہو مشیت الہی کی مخالفت کا ادا محض خیال خام ہے چونکہ نیچری لوگ اپنے خیالات میں  
آزاد ہیں اور سب کو اپنا بھیال کرنا چاہتے ہیں اسلئے مذہبی اتحاد کی رائے نیچری تخیل پر مبنی ہے  
وہاں اتنا اللہ بھامیں سلطان۔ میں پیشتر مذکورہ کے خیالات عمدہ جانتا تھا مگر سال گزشتہ سے  
میری رائے بد گئی ہے اور مجھ کو یقینی طے سے معلوم ہوا کہ اس جلسہ میں اخلاص نہیں بلکہ صرف اپنی گرم بازاری منظور ہے

وما علینا الا البلاغ کتبہ محمد منصور علی راا باد عظمیٰ عنہ مدرس مدرسہ طبعیہ حیدرآباد دکن۔

اب کہو کہ مولانا منصور علی صاحب کا نام لینا مال سفاہت و بے غیرتی کی دلیل ہی یا نہیں۔ ہاں یہ تو کہنے کے فتح الہیہ کا نام ہی سنا ہی یا کبھی مطالعہ کا بھی اتفاق ہوا۔ یہ دہی فتح الہیہ جو حسین اچا عینی بھائی دہاویہ وغیرہ مقلدین کی تفضیل ثابت کی گئی ہو۔  
۸۔ (مناظرہ مرشد آباد میں غیر مقلدوں کے مقابلہ میں حنفیوں کی بات کہنے والہ لی مولانا عبدالحق حقانی نے) کیا رسایل السنہ میں تمہارے حقانی کو یہ سخت الزام نہیں دیا گیا کہ کل تک کیا تھا اور آج کیا ہو۔ کل تک تفسیر حقانی وغیرہ میں کون و بائیں گمراہ کہتا تھا۔ اور آج ندوہ کی ہدایت سے انکو کون سی کہتا ہو۔ یہی آپ کی حقانی۔ کل تک عقاید الاسلام وغیرہ میں شیعہ کو کتنے منکر قطعیات بتا کر انکی محبت اُنسے نہایت کون ناجائز ٹھہرایا۔ اور آج کون شیعہ سنی کے اختلافی عقاید کو ذرا سی بات اور غیر قطعی بتاتا ہے۔ یہی آپ کی حقانی۔ کل کتنے تفسیر حقانی وغیرہ میں نیچر کو محدود کا فرمایا تھا۔ اور آج انکو مسلمان ٹھہراتا ہے۔ یہی آپ کی حقانی۔ مذہب السنہ کی تخریب کے درپے آج کون ہے۔ یہی آپ کی حقانی۔ ہاں اسکا جواب ندوہ کی طرف سے یہی دیا گیا کہ ان حضرات اپنی تحقیق شائقہ پر پانی پھیر دیا ہے۔ دیکھو رسالہ مقاصد ندوہ وغیرہ۔

۹۔ (یہ دونوں حضرات موافق ہیں یا مخالف) مولانا منصور علی صاحب کا حال تو انکی تحریر سے ظاہر ہو چکا۔ البتہ آپ کے حقانی صاحب ضرور ندوہ کے سچے بچے موافق اور پورے ندوی ہیں۔ مگر انکی موافقت علماء السنہ پر کیا الزام قائم ہو سکتا ہے۔ حقانی صاحب جب تک سطوہ کا جواب نہ دے لیں۔ واضح اور فتاویٰ السنہ کی تردید نہ شایع کر دیں تب تک وہ مونہ کب کھا سکتے ہیں۔

۱۰۔ (شوق نبوی صاحب سے بڑھ کر کو شخص حنفیوں کا پشت پناہ ہو گا جنہوں نے بیسیوں رسایل حنفیہ کی تائید میں لکھ ڈالے) یہ کہنے و دعویٰ کیا کہ ندوہ کے جس قدر راکیں ہیں وہ سب کے سب علم و فہم سے معرّٰی ہیں یا کسی وقت میں بھی انکو تائید مذہب السنہ کا خیال نہ تھا۔ رونا تو اسکا ہے کہ کتنا بین لکھ کر فتوے چھاپ کر آج پھلی تحقیقات پر پانی پھیرے دیتے ہیں۔ خواہ شوق صاحب ہوں خواہ کوئی ذوق صاحب ہوں عقاید باطلہ ندوہ کو حق جاننے کے بعد انکی ساری محنت برباد اور رایگان ہے۔  
درتہ یون تو مسلمانوں کی اصلاح مسلمانوں کی ترقی کے کیا کچھ دعویٰ نہیں ہیں مگر سب بیچ۔ حضرت سلامت نے تہذیب الندوہ کو اپنی انکھ سے بھی دیکھا ہے یا یوں ہی سوتے میں برا لکھے

آپ کے ان سب خیالات کا دفع اُسمین موجود ہے اگر انکھین رکھتے ہو تو دیکھو کہ صفحہ ۱۶ پر جناب شوقِ نبویؐ کی نسبت لکھا ہے۔ ”مدح سرایانِ ندوہ کی محرابِ باتون پر اعتما و کر لیا ہے و بس در نہ اگر واقع میں سالہ اتفاق و مضامین نظم و نشر در واداد ہے ندوہ دیکھین اور انصاف بات سے نہ وین تو یقین ہے کہ مخالفین ندوہ کی فہرست میں پہلی جگہ لینگے الخ اور اگر آپ اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ نہیں نہیں وہ تمام مضامین رسائلِ ندوہ کیساتھ موافقت رکھتے ہیں تو بمصدق الحق جیسا و البقراط جیسا و اذا تعارضوا فالحق احق بالاتباع۔ اور نیز بمصدق کلا تعرف الحق بالرجال بل تعرف الرجال بالحق اور نہ ہی میں کیسی روزِ غایت کرنا اور بابِ ندوہ کو مبارک رہے شوقِ صاحبِ کتب الزام سے بچسکتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مراسلہ نویس صاحبِ شوقِ نبویؐ صاحبِ کو مفتی اعظمِ ندوہ سے کس طرح بڑھا چڑھا سمجھتے ہیں جب وہی الزام سے نہ بچ سکے پھر دوسرے کس شمار و قطار میں ہیں۔ مگر ہم پھر کبھی کہیں گے کہ جناب مولوی ظہیر حسن صاحب کو بعض وجوہ سے ندوہ سے علیحدگی ظاہر کرین مگر ان خیالاتِ باطلہ میں اہل ندوہ کے ہمنویان ہونے کی تردید فتاویٰ السنہ میں لگئی ہے۔ ذرا خیال تو کیجئے کہ ندوہ کہتا ہے کہ رد و کد کا صیغہ کلہ گویاں سے اٹھا دینا لازم ہے۔ حضرت مرشدنا فضل رحمان صاحب قدس سرہ الغریز کے ارشادات پر جو مولوی محمد علی صاحب موسیٰ نے اعتراض کئے رسالہ چھاپا یہی شوقِ صاحب کیسے بیتاب ہو گئے۔ نہایت جو شش و خروش کیساتھ بڑے زور و شور کا رسالہ مسمیٰ بہ مقالہ کاملہ۔ فی رد الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلۃ تصنیف فرمایا جس میں ہر طرح کی تبہیل و تضلیل و تذلیل مخالف کی ثابت فرمائی کہ وہ رسالہ مطبع قومی پریس لکھنؤ میں طبع ہو گیا اور ابھی تک وہی سلسلہ جاری ہے۔ کیا ندوہ کے قواعد مسلک کے رد سے انکو سکوت لازم نہ تھا یا اپنے محبوبین و مرشدین کی اہانت کے دفع کیلئے خود کشی ضرور ہے۔ اور صحابہ کرام و ائمہ عظام کے طاعنین و لاعین کا جواب بغرض حفاظتِ اہل اسلام کے مخالف اسلام و مخدور ہے۔

۷۔ (جناب مولانا محمد عظیم صاحب پناہی جو بقول مولف کے سنی تفسی ہیں اور جنکی تالیفات کے ردِ غیر تقلید میں بعض رسائل موجود ہیں وہ پہلے کیسے مخالف ندوہ تھے مگر اپنی تحریر سابق کو منسوخ کر کے صاف طور پر کیسے طرفدارِ ندوہ ہو گئے) جسے سرسری نظر سے بھی تہدیدِ الندوہ کو دیکھا ہے وہ

کہتا ہے کہ ان سب امور کا تصفیہ اُسین موجود ہے صفوِ عالم پر ہے حضرت مولانا محمد عظیم صاحب سنی حقی دَامِ مجید کو البتہ فریب دیکر بظاہر اپنا کر لیا ہے مگر انصاف یہ ہے کہ مولانا محمد ص سے بڑھ کر کوئی مخالف ندوہ نہیں رسالہ اتفاق کے مضامین سنا کر دیکھ لیجئے کہ کیا فرماتے ہیں الخ افسوس کہ اس صرخی تو ضیع کے ہوتے ہوئے یہ راگ مالا گانا کیسا کچھ اندھیر ہے۔ ہم تو سیدِ برکت اُنکو ندوہ کا پورا طرفدار اور آپ کو صادق الاقرار سمجھنے کے مولوی صاحب موصوف سے تفصیل و تشریح کیسا تھ مضامین رسالہ اتفاق وغیرہ کی تصدیق و تصحیح اور فتاوے السنۃ کی تردید شایع کر دیتے تھے۔ رہا یہ امر کہ انہوں نے اپنی تحریر سابق کو منسوخ کر دیا یہ مفتی اعظم و دیگر اراکین کے رجوع سے زیادہ تعجب انگیز قرار نہیں پاسکتا۔ مگر اسکا فیصلہ بھی یہی ہے کہ اسوقت تک غیر مقلدین و پیچرہ وغیرہما کے رد میں جو کلمہ چلے ہوں اُسپر پانی پھیر کر غیر مقلدین کو سنی سمجھ لیں پیچرہ دروافض کو اپنا مسلمان بھائی اور متقی فرما دیں۔ ۳۱۔ (اگر مخالفین میں کچھ بہت ہے تو دارالعلوم کیوں نہیں قائم کرتے و عین کو کیوں نہیں مقرر کرتے نصاریٰ و آریہ وغیرہم کے عقاید کے رد میں رسالے کیوں نہیں لکھتے) کیا آپکا اسقدر طواریتہدید المندوبہ کے اس سوال کا جواب ہو گیا کہ ان امور میں وہ کون کام ہے جو علماء اہلسنت کی متفقہ کوشش سے نہیں ہو سکتا جسکے لئے ضروریات مذہب سے دست برداری دیکر انفسی خارجی۔ نیچری۔ وہابی۔ تمام مبتدعین کو مسلمان اور سنی ٹھہرایا جاتا ہے۔

۳۲۔ (اور سب زیادہ تعجب یہ ہے کہ جن حصا کے نام سے یہ رسالہ شایع ہوا وہ حضرت مولانا فضل رحمان قدس سرہ کے مرید ہیں قاضی حصا جسکے اہتمام سے یہ رسالہ چھپا ہے وہ جناب مولانا مرحوم کے تہ دل کے مخالف ہیں گروڈر سے ملتے نہیں تحفہ خفیعہ میں معمولی حضرات کی شان میں تو ایسے ایسے لیے چورے القاب لکھے جائیں اور حضرت مولانا مرحوم کے حق میں معمولی الفاظ صا دال ہیں کہ اس شخص کو ضرور جناب مرحوم کی طرف سے کہہ دیتے)۔ اولاً اس لاطیل پر تزییر تقریر کا منشا سمجھ لینا ضرور ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ مولوی محمد علی حصا ناظم ندوہ حضرت جناب مولانا شاہ فضل رحمان صاحب بیعت رکھتے ہیں لہذا حضرت جناب شاہ صاحب مرحوم کی ندوہ سے بیزاری۔ ندوہ کی شرکت سے صاحبزادہ صاحب یعنی جناب احمد میان صاحب کو ہانفت فرمایا یہ ایسا قوی الزام ناظم صاحب پر قائم ہوا کہ اگر کچھ بھی غیرت

تو موہن نہیں دکھاتے۔ اخبار زمانہ کانپور و رسالہ حشوہ وغیرہ میں طرح طرح سے غیر ترین دلالی گنبن مگر اپنی وجہ  
 کا پکا ہوتا تو ناظم صاحب جیسا کہ کیلی ایک نہ سستی ذرا اثر نہ ہوا ہر ذی عقل و انکی عقیدت حصار باطل کی کافی اندازہ کر لیا  
 اب اس الزام کے دب جانیکا یہ تدبیر نکالی کہ یوں مشہور کر دینا چاہئے کہ فلان شخص حضرت مولانا مرحوم کا  
 مخالف اور بدگم ہے تاکہ حضرت شاہ صاحب کے سستیضین و معتقدین کی طبیعت کو اشتعال پیدا  
 ہو جائے اور وہ اس طرف متوجہ ہو جائیں۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ پٹنہ وغیرہ میں مراسلہ نویس جیسی  
 طینت بھی آدمی ہیں مگر سب ان جیسے نہیں ہیں پس اس بہرہ سرائی اور زیادہ کوئی رافتر پر دازی سے انشاء اللہ تیار اسط  
 حاصل ہو گا۔ نیز اس اعتراض کا نشانہ ایک بھی ہو وہ یہ کہ صاحب تائید اللہ نے اپنی تحریر میں اس بیباکی کیساتھی کیساتھ اجلہ صحابہ کرام  
 کے اسماء طیبہ کو ذکر کیا تھا کہ اگر پوچھیں کہ خالد بن الولید کون تھا ابو عبیدہ ابن الجراح کون تھا عمرو بن العاص  
 کون تھا ضرار کون تھا الخ۔ اسکے متعلق تہدید اللہ وہ میں لکھا گیا کہ ایسے مشاہیر اور جلیل القدر اصحاب کرام  
 و مربیان دین و اسلام کی شان میں اور یہ بے ادبی کہ اول میں لفظ حضرت کا پتہ نہ آخر میں رضی اللہ عنہ مذکور  
 اور اسپر تائید اسلام کے لیے جوڑے و عموے تو یہ کیجئے اعتراف فرمائیے کہ غلطی ہوئی اب ایسی  
 بے ادبی نہ ہوگی الخ مخلصاً۔ افسوس کہ توبہ تو نصیب نہ ہوئی۔ جواب تو دیا نہ گیا بے وقت کی جھیر پڑو  
 کر دی کہ حضرت شاہ صاحب کے نام پر زیادہ القاب نہ لکھنا اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت  
 کی طرف سے دلیمن کہہ دیتا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین  
 کے اسماء طیبہ نہایت بیباکی اور کساتھی کیساتھ ذکر کر نیسے مراسلہ نویس صاحب کے دل پر ذرا ہی  
 میل نہ آیا۔ اور جناب شاہ صاحب مرحوم کے حق میں معمولی الفاظ لکھنے سے کلیجے کے ٹکڑے ہو گئے  
 کیا حضرات صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم لازمی اور ضروری امر نہیں ہے۔ جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ  
 کہ تمکو اور شاہ صاحب کیساتھ حسن عقیدت سے کیا واسطہ۔ ہاں اتنا اور بھی صاف صاف کہہ دیجئے  
 کہ حقانی صاحب۔ ناظم صاحب۔ غازی پوری صاحب۔ شبلی صاحب بہادر کی شان میں تو ایسے جوڑے  
 القاب لکھنا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں معمولی الفاظ تعظیمی بھی نہ لکھنا کمال  
 بیباکی و بے تعظیمی سے انکار ذکر کرنا واضح دلالت اس امر کی ہے یا نہیں کہ صاحب تائید کو ضرور حضرات  
 صحابہ کرام کی طرف سے کہہ دیتا ہے۔

۱۴ (مخالفینِ ندودہ .... سخت کہتے ہیں .... خفیون میں سرگروہ علا .... انگور برا کہنے سے مخالفینِ مذہبِ حق کا دل کیسا خوش ہوتا ہوگا .... خانہ جنگی .... بن پر لگئی ہے .... ندودہ کی اگر اصلاح .... دریدہ دہنی سے باز آئیں) = چہ خوش جب اربابِ ندودہ (گو بعض اُنہیں کے یہ حقیقی ہوں) ضروریاتِ دین کو یکا رب تائیں۔ قیدِ مذہب کے فضولِ جانین۔ مذہبِ اہل سنت سے دست بردار ہوں۔ پھر حقیقی کیونکر رہے تو یہ کیجئے۔ ہاں ہاں جب سب کلمہ گو یکا رب تنفق العقاید میں اُنسے (روافضِ خوارج۔ دہابیہ۔ نیچر و خدمِ اللہ) اتحادِ اتفاق چاہئے اُنکا رو کہ حرام۔ مبتدعینِ بدین و نیا چہ کفرہ تو آپکے دوست بے اُنکے مدد کے آپ تائیدِ اسلام نہیں کر سکتے۔ پھر انہیں مخالفِ مذہبِ حقیقی کہنا ندودہ کو داغدار بنانا ہے۔ اُنکی بن آئی تو آپ کو خوش ہونا چاہئے نہ کہ رنجیدہ۔ بقول آپکے مخالفِ اسلام تو نہیں ہیں مذہبِ اہل سنت بریاد ہو تو کیسی بلا ہے۔ کیون حضرت یہ ابلہ فریبی کیسی۔ ندودہ کیا آپکے نزدیک محتاجِ اصلاح ہے جو مخالفینِ ندودہ پر دریدہ دہنی کا الزام لکھ اصلاح نہیں کرتے اور نفسانیت پر اڑے ہیں۔ پھر یہ شور و شغب کیسا۔ کچھ تو شرم چاہئے۔

۱۵ اگر اصلاح منظور ہے تو دریدہ دہنی سے باز آئیں اور ہمارے پیشوایانِ دین کو برا بھلا کہنے سے اپنی زبان روکیں ورنہ قہرِ الہی ضرور نازل ہوگا۔) = برا ہو اس کج فہمی کا کہ برائی کو بھلائی۔ عیب کو ہنر۔ شجک بھصداق چھوٹا مونہ اور بڑی بات بڑے بڑوں پر مونہ آنسک کو کمالِ لیاقت سمجھا جاتا ہے۔ قہرِ الہی نہیں تو اور کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرک کرنے والے مستحقِ قہرِ الہی نہ ہوں۔ قرآن مجید میں وقوعِ نقصان کے قائلین۔ انبیاء کرام و اولیاء عظام و ائمہ کبار کی امانت کرنیوالے مستوجبِ قہرِ ملکِ عزیز و جبار نہ ٹھہریں۔ جنت و دوزخ۔ ملائکہ۔ عذاب و ثواب و خسرو و شر کے منکرین پر قہرِ خدا نازل نہ ہو۔ ضروریاتِ دین کو زوال دہ اور لاشے اور شیعہ سنی کے اختلافی عقاید و مسائل کو غیر قطعی کہنے والوں پر قہرِ الہی نازل نہ ہو۔ مگر مذہبِ اہل سنت کے سچے مویدین پر ضرور نازل ہوگا و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم و نعوذ باللہ من وسوس الشیطان

الرحیم و نسئلہ الاستقامۃ علی حب حبیبہ الکریم الرؤف الرحیم و حب اللہ و محبہ اودینہ القوی (اجی اتنا شور و شغب اسیلئے ہے تاکہ ندودہ کے اراکین بعض نیچری ہیں اور بعض غیر مقلد اگر دو ایک

نیچری ہوئے یا غیر مقلد ہوئے تو اس سے کیا ہوتا ہی ہلو ان لوگوں کے عقاید سے کیا بحث) خیر کبھی تسلیم کہ دو ایک ہی اراکین نیچری یا دہابی ہیں مگر اس سے جو ہو گیا دہی تو ایسا ہے جسے تمہارے مذہب کا خاتمہ کر دیا۔ ماہنت تم میں آگئی۔ سہ کون منہی عنہ کو تم نے اپنا معمول پٹھہر لیا۔ ضروریات اسلام کو تم نے زواید سمجھ کر غیر ضروری تسلیم کر لیا۔ قطعیات کو تم ظنی کہنے لگے۔ تحقیقات و تصریحات ایم کرام کو تم نے ردی اور تقویم پارینہ قرار دیا۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی وقت تمہارے دلوں سے جاتی رہی۔ احادیث مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ تمہارے نزدیک قابل وثوق و عمل نہ رہیں۔ بارگاہ حق سبحانہ کا قیاس تم نے گورنمنٹ کے دربار پر کیا۔ اپنی پھلی تحقیقات پر تم نے پانی پھیر دیا اور پھر کہتے ہو کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ تم ہی جیسے جاہلون کا یہ مقولہ ہے کہ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔ تم جیسے آزادی پسند نیچری مشربون کو ضرور عقاید سے کوئی بحث نہیں مگر اہلسنت کے نزدیک تو سارا داڑمدا عقاید پر ہے۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ ایک غریب جاہل سنی مومنی کی قدر و منزلت خدا کے یہاں بہت بڑے عالم الدار نیچری دہابی۔ تفضیلی سے بدرجہا زیادہ ہے۔

۱۷ (اگر کوئی صاحب موافق ندوہ اپنی تحریر میں کوئی بیجا بات کہ جائین نفس ندوہ پر الزام نہیں) الزام نہ ہونگی وجہ ضرور الزام ہے۔ ندوہ دعوت دیکر ہزار منت و خوشامد سے بلائے روپے وصول کرے پلاؤ و قورمہ انکو کہلائے۔ بیان کی اجازت دے مند مبارک پر بٹھائے اور پھر اُس ضلالت آمیز تقریر کو شایع کرے تو یہ الزام ندوہ پر نہیں تو ادر کس پر ہے۔ البتہ اگر ندوہ کی طرف سے اسی وقت تردید کر دیجاتی تو آپ ایسا کہہ سکتے تھے مگر وہاں تو یہ ضابطہ پاس ہو چکا ہے کہ مجلس میں ہرگز کسی قسم کا رد و قدح نہ ہوگا۔

۱۸ (ہاں جو باتیں باتفاق اراکین ندوہ میں پاس ہو جاتی ہیں اگر انہیں کوئی نقص ہو تو بیشک ندوہ مورد الزام ہے) جب تم نے اور تمہارے سارے طايفہ نے ٹھہر لیا ہے کہ اپنی کہے جا دی گئے دوسرے کی تہنیت پھر تم کو کس طرح یقین دلایا جائے کہ علماء اہلسنت نے ادنیٰ ہی مضامین باطلہ اور شتاغات فاسدہ پر اعتراض فرمائے ہیں جو باتفاق اراکین پاس ہو چکے جو ندوہ کی



مہر نے شائع ہوئے تم جیسے کہ مایہ حضرات کی آسانی کیلئے صفحہ اور سطح تک نشان دیدیا ہے۔ سچ  
 یہی ہے کہ **مَنْ يَضِلُّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ** ایک بار نہیں دس بار۔ بیس بار نہایت  
 وضاحت و تصریح و تفصیل کے ساتھ زندہ کے پاس شدہ عقاید فاسدہ بتا دیئے گئے مگر  
 کہے بھی جاوینگے کہ کوئی نقص نہیں اگر ہے تو پیش کر دو۔

۱۹ (مگر ان شاء اللہ کوئی صاحب اُن پاس شدہ امور میں کوئی خرابی نہیں نکال سکتے) گو تمہارا  
 نزدیک انہیں کوئی خرابی نہیں لیکن السنّت نے متعدد ذرا بیان ظاہر کر دیں جس کے جواب  
 میں صدر و ناظم کے اس وقت تک ہوش و حواس باختہ ہیں دیکھو رسالہ ۷۷ ص ۷۷  
 جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب مدرسہ اسی اور رسالہ ۷۸ میں السنّت کا مولف جناب  
 مولانا نذیر احمد خان صاحب گجراتی وغیرہما۔

۲۰ (یہ حضرات لاکھ مخالفت کریں مگر زندہ ہست کچھ ترقی کر چکا اور روز بروز ترقی کرتا رہے گا یہ خیال  
 کہ مخالفت کی وجہ سے زندہ کا کام رک جائیگا محض غلط ہے چند سال میں دیکھ لینگے کہ زندہ  
 اپنے فرض منصبی کو کس عمدگی کیساتھ انجام دیتا ہے)۔ **تہدید السنّت** وہ کے  
 ناظرین بخوبی جانتے ہیں کہ ان سب خیالات فاسدہ کا ابطال نہایت وضاحت کیساتھ  
 آئین موجود ہے۔ مراسلہ نویس صاحب بجز کاغذ کے سیاہ کرنے اور اپنی کج فہمی کے اظہار  
 کے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر خیر ہم بھی اپنی اس تحریر کو بہت جلد ختم کر نیکو ہیں  
 لہذا بالاختصار پھر اسکے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔ حضرات السنّت کا **عقدہ** ہے کہ  
**لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسَعَهَا**۔ قوت بشری سے زیادہ بار کے تحمل کا انسان  
 کو ہرگز حکم نہیں دیا گیا۔ انسان دنیا میں خدائی کا جامہ پہنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ انسان اپنے  
 چند اور محدود اختیارات کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ حضرات السنّت  
 کا فرض منصبی یہی ہے کہ ظہورِ فتن و شیعہ ضلالت پر امر حق کا اعلان کما بین فی فرما دیں۔  
 جیسے ایسا کر لیا وہ اپنے فرض منصبی سے ادا ہو گیا۔ اُنکا کام صرف **اداعۃ الطریق** ہی  
 ایصال الی المطلوب انسانی قوت۔ انسانی اختیارات سے خارج ہے۔

یہ کام اس زبردست قوت کا ہے جسکے آگے سب قوتیں ضعیف ہیں۔ تمام مبتدعین سے توبہ کر والین یہ با عظیم علماء، السنّت پر نہیں رکھا گیا۔ اور نہ انہیں یہ قوت ہے یہ صرف وہی کر سکتا ہے جسکے قبضہ میں تمام انسانی قلوب کی دوڑ ہے۔ ہم کیا اور ہماری بساط کیا حضور سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے خواجہ دروافض کو قتل بھی کیا۔ آگ میں بھی جلایا۔ کوڑے بھی لگائی پر زور اور با اثر خطبوں میں تہدید بھی فرمائی غرض کہ اپنی جلتی کوئی درگزر نہیں کر دی مگر دروافض و خواجہ کے وجود سے دنیا کو پاک نہ کر سکے اور نہ وہ ایسا سمجھتے تھے۔ آج تک دروافض بھی موجود ہیں اور خواجہ بھی۔ بلکہ روز بروز انگو تر تری ہے۔ ملک کے ملک انکو قبضہ میں ہیں۔ فتنہ نیچر کے شیعوں پر علماء السنّت نے کونسی کوشش اٹھا رکھی ہندوستان کے اکثر بلاد سے تکفیر کے فتویٰ صادر ہو رہے علماء احنوتین طیبین زاد ہما اللہ شرفاً و تکرماً نے حکم تکفیر نافذ کیا مگر نیچر یہ کہ کو ترقی ہو کر رہی۔ پس حضرات علماء السنّت نے نہ یہ دعویٰ کیا اور نہ وہ ایسا دعویٰ کرنا مجاز تھے کہ ہم اپنی کوشش سے کہی فرقہ خالہ کا وجود ناپید کر دیں گے۔ جہاں تمہاری اور یہ کہ ہمیں ہیں وہاں ایک یہ بھی دور کوں جائے اپنے ہی حال پر غور کیجئے کہ آپ کے سچا میں کونسی کس صورت میں اگر اسپر بھی تم نہ سمجھو تو ہم پر کیا الزام ہو تم جانو اور تمہارا کام ہے

الساظر الوازر

خادم سنت و اہل سنت (جنا بے لوی)  
ظہیر الدین فوق حق فی قادیان حانی  
عفی عنہ

تحت بالخیر

آجھا الناظرین آپ جانتے ہیں کہ یہ تحریر عشق حقیقی و عشق مجازی کے فکر سلیم طبع مستقیم کا نتیجہ ہے۔ ہاں ہاں یہ پھر کبھی تحریر میرے قدیم مخلص صادق جناب خواجہ نجم الحسن صاحب زید لطفہ ایڈیٹر زمانہ و اگر وہ اخبار کی ہے جنہوں نے مدتوں سرسید کے تہذیب کی وحشیانہ آڑائی میں۔ خدا انکے عمر میں برکت دے استقامت علی الشریعت نصیب کرواد ہر طرح خوش و خرم رکھے آئیں۔  
(منظم تحفہ حنفیہ)

### عشق مجازی و حقیقی

عشق کیا شے ہے کسی کامل سے پوچھا جائے تو کس طرح جانا بیدل سے پوچھا جائے تو اللہ اللہ عشق بھی کیا پیاری چیز ہو اور انسان کو دل سے کیسا عزیز ہو۔ آدمی تو آدمی خدا بزرگ نے بھی اسکو پسند کیا اور آنحضرت کو اپنے عشق سے خرسند کیا وہ سمنشا و عالم حبیب سرور کو منابہی آدم کا تاج دیا گیا اور وہ پیغمبر اعظم جو لفظ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کا مصداق کیا گیا وہ بھی کیسے عشق میں برسوں گرفتار رہا اور اس کے دل میں سالہا سال مرض عشق کا آزار رہا۔ جناب کلیم کے دل میں کس چیز کا جوش تھا جس نے کوہ طور تک بارہا دوڑایا اور خاطر علی میں کس چیز کا خروش تھا جس نے انھیں اُسی پہاڑ پر رب اپنی کہلایا۔ حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھنے کی کسے اجازت دی ایسے وقت میں دنیا دہ فیہا کی فراموشی کی کسے اعانت کی جسم حضرت یعقوب کو فراق حضرت یوسف میں کسے خاک کیا۔ ایوان زلیخا میں دامن حضرت یوسف کسے چاک کیا۔ زلیخا کے دل میں کونسی آگ شعلہ ریز تھی۔ خاطر عزیز میں کونسی بات و چہ ستیز تھی۔ خوان صبر حضرت ایوب میں کیا حضرت عشق نمک پاش نہ تھی۔ قلوب انبیاء صحابہ میں کیا ناخن عشق کے خراشیں نہ تھیں۔ دشوہ سلام کے ساتھ کون عشق شعلہ نمک گیا آیا۔ شب مہراج کسے تاب تو سین اوادنی کا پردہ اٹھایا جناب احدیت میں اس عروج

مصلح پر پہنچا تو لا کون تھا۔ حضور صمدیستین فی قدس کا جلوہ دکھایا تو لا کون تھا۔  
 میدان کر بلا میں عشق اللہ کا جلوہ نہ تھا تو کیا تھا ہر شخص کو بھوک پیاس عشق الہی  
 کا مزانہ تھا تو کیا تھا کون ہوا سے شوق تھی جو کنار فرات پر فنا فی اللہ کے پہریرے  
 اوارا ہی تھی کون ہوا سے طرب انگیز تھی چٹشنگان سے روزہ کو تسنیم کو شرکی لہریں  
 دکھلا رہی تھی کون اوجوش تھا جسمیں سبط رسول میدان دغا میں پشت  
 ذوالبنجاح پر چھوم رہا تھا کون آخر دوش تھا جسمیں جگر گوشہ بتول دہان نجم  
 سے لب سوافار خدگ کو شوق سے دمبدم چوم رہا تھا۔ کون چیز تھی جسے  
 بنی صبح اللہ کا جلوہ دکھایا کون سی ہوا تھی جسے فنا فی اللہ کا پردہ اٹھایا۔  
 حضرت ابراہیم کو کے ہوانے آگ میں کودایا۔ حضرت خلیل نے کے ہوا سے  
 شوق میں ذبح فرزند کو ہاتھ بڑھایا۔ منصور کو کسے سولی پر چڑھایا۔ حلاج سے کسے  
 انا الحق کہلایا۔ وہ گدڑی جکی خاک سوختہ سے وجہ میں خون بہا اوسمین  
 کسکی جلوہ گرمی تھی۔ وہ دل جسے سولی پر انا الحق پکارا اوسمین کون پر می تھی۔  
 مولانا روم کی زبان میں کسکا اثر ہے جو بے اختیار دل میں چمکا جاتا ہے۔  
 شیخ و حافظ کے بیان میں کون جلوہ گرمی ہے جو لفظ لفظ پر دل کو ٹپاتا ہے۔  
 خسرو کو کسے امیر کیا۔ درد کو کسے سوز دیا۔ ابراہیم ادہم سے کسے سلطنت چھوڑا دی۔  
 خواجہ عماد سے کسے یہ مثنوی کہلائی۔

از فرقہ طالبان مولے	لکینی بزم و صف اولے	وحدت نگہان کثرت آثار
دل کردہ زہر یار خود فرسار	مینا شکر بزم ہستی	دہوش شراب حق پرستی
	ارجمن استوی علی العرش	طے ساختہ داوی شریعت

جا کردہ منزل حقیقت جا کردہ نظر سخن دید از دیدہ سرمہ سائی توحید

یہ تو عاشقانِ عشق حقیقی کا بیان تھا جنکا قول ہے

ہوا انغور ز بوش شراب می شنوم + صبر باب ہشت از باب می شنوم

صدائی شہر چہرہ عشق ہر عت + ز جنبش دل پرا خضر اب می شنوم

اب عشق مجازی کی کیفیت بھی سنے اُس میں بھی اسی مہر کا پتہ ہے آئین

بھی اسی شمع کی لو ہے وہ قرآن ہے یہ آتہ ہے وہ نور ہے یہ سایہ ہے

جس دل میں عشق کی جلوہ گری نہیں وہ خالی شیشہ ہے جسمین پری نہیں۔

جس دل میں عشق کا پیچ و تاب نہیں وہ جام وازگون ہے جسمین شراب نہیں۔

جس دل میں عشق کی رسائی نہیں وہ اندھی انگلی ہے جسمین بینائی نہیں۔ جو ہاتھ

گردن عشق تک نہیں پہنچا وہ دستِ شل سے بدتر ہے اور جو پاؤں کو چہ یار

تک نہیں گیا اُس سے پائے خفتہ بہتر ہے۔ جو سر دق ف نشانہ نہیں ہوا

وہ سری نہیں۔ جو جگر دق ف خدنگ نہیں ہوا وہ جگر ہی نہیں جو سینہ پر کان نظر

سے چلنی نہوا وہ سینہ ہی نہیں جس آئینہ میں کسی کے ردے مصفا

کی جھلک نہ پڑی ہو وہ آئینہ ہی نہیں۔ شعر

بندہ ہی کیا ہے جسمین سربندگی نہیں + دنیا میں جسکو عشق نہیں آدمی نہیں

مرد تو مرد زیب النساء جیسی پری کو دیکھو کہ معشوقِ عاشق مزاج کیا کہتی ہو شعر

خشک بہ دستو کہ خم در گردن یاری نشد + کورہ چشمی کہ لذت گیر دیدارے نشد

سچ تو یہ ہے کہ عشق بڑا عالی بارگاہ ہے۔ حق پوچھو تو اقلیمِ حمیت کا پادشاہی۔

قدوہ اولیا کرام ہے زبدہ اولیائے عظام ہے۔ سیاح پیدا ئے ناسوت ہی

سباح دریا ہے لاہوت ہے۔ مکان روح کو مصباح ہے۔ خزان فتوح کو  
 مفتاح ہے۔ امام صومعہ ریاضت ہے۔ ساتھی یکدہ اخلاصت ہے  
 خضر حقیقت ہے۔ دایا کس بحر طریقت ہے۔ سیار شاہدہ قلوب ارواح  
 ہے نظار بواطن قوالب اشباح ہے۔ صراف سراپہ کشف و شہوہ ہے نقاد  
 ضمائر اباب وجود و وجود ہے۔ نخل بند ریاض معنی و صوری ہے گلچین باطین  
 حصول و حضوری ہے مشعلہ دار شہستان طریقت ہے۔ قافلہ سالار شاہراہ  
 حقیقت ہے۔ دربان ایوان محبوب ہے کہین طالب کہین مطلوب ہے۔

کہین یوسف کی یہ کہانی ہے ہے کہین سوز یہ کسی دل کا داغ لالہ کا ہے کہین گل میں کہین ظاہر میں ساز ہے جی کا ہر جگہ اسکی ایک جملہ گری	کہین یہ شوق لن ترانی ہے چہچہ ہے کہین عناد دل کا نالہ ہے گاہ صوت بلسل میں کہین پوشیدہ راز مخفی کا کہین شیشہ بن کہین یہ پری
--	---

قیس کو کئے مجنون کا لقب دیا۔ اسی عشق علیہ الرحمت نے۔ فرہاد سے کس  
 کوہ کنی کرائی اسی جوش محبت نے۔ مجنون کو دولہ میں کئے کئے سو کوس کئے  
 دوڑایا اسی عشق کے جوش نے۔ فرہاد سے کئے پہاڑ کٹوایا اسی شوق  
 محبت کے خروش نے۔ راجہ تل کو کئے سوز محبت میں جلایا اسی عشق خانہ سوزنی  
 دمن کے دل میں کئے آگ بھڑکائی اسی عشق عالم افروز نے۔ راجہ بھرتی نے  
 کیون جوگ لیا اسی پریت کے کارن۔ رام پھمن... وغیرہما کفادون کو لنگا  
 کون لے گیا یہی رہزن۔ ہاروت کو کئے کوئین جھکائے اسی شوق محبت نے

ماروت کو کہنے اسم اعظم بتانے کی اجازت دی اسی نشہ الفت نے  
شیر افغن خان کو سکابل تھا۔ جہانگیر کے دماغ میں ککا خل تھا۔  
نزیب النساء کو سرد باغ تک کون گھسیٹ لایا اور کہے کہنے سے سرو کو  
اُس نے گلے لگایا۔ کون جن تھا جو اُس کے سر چڑھا۔ کسکے کہنے سے اُس نے یہ قطعہ پڑھا۔

حیف بر مردمان نادین ۛ غلطی را بخود پسندین  
سرد وراق دیار می گویند ۛ سرد و چوبی است تا ترا شنید  
اور نور جهان کے دلمین کی جلوہ گری تھی۔ جو وہ جہانگیر پر مرقی تھی۔ لیلی اتنی  
غیور تھی مگر پھر بھی مجنون کا عشق اُس کے دل میں چبھتا ہی رہا۔ شیرین ایسی  
سنگدل تھی مگر پیارے فریاد کا حال سُنکر افسوس کرتے ہی بنا ہمارے ایک  
ہموطن بھائی کو بھی اسی عشق خانہ سوز نے جلایا اسی کے زہر افی انف نے  
اُس کا کام تمام کر کر خلد آباد کو پہونچایا۔

خدا بخشے اسے وہ رشک نعت خانعالی تھا مری صورت بھی ایک ندلا ادبالی تھا  
الحق اس عشق کو جو کچھ کہے وہ بجا ہے۔ جو کام کسی سے ہو وہ اس نے کیا ہے  
خیابان قلوب میں سبزہ خود رو ہے۔ شبستان حسن میں شمع محبت کی کوہی  
وادی ایمن میں بقعہ نور ہے۔ باغین میں مین لوجی کا ظہور ہے۔ پری رخان  
فرنگستان کے دل میں ذریعہ خود نمائی ہے۔ ہوشان انگلستان کے دلمین  
اُس کی رسائی ہے۔ حضرت شاہ اودہ کے خاص محل کا خواجہ سرا ہے۔ حضور  
خاقان رام پور کی محبت منزل میں نیس بادشاہ ہے۔ دارالحسن ترک کا  
باب عالی ہے۔ دارالعشق فارس کا فرش قالی ہے۔ لندن کے ہیڈ پارک میں

گل ہے۔ جرمن کے دریائے حسن کا پل ہے۔ میدان ہستی میں وہ بہادر ہے  
 جس کو لکارا وہیں مارا۔ دامن حسن پرستی میں وہ بے بہا دیکھ کہ جس نے چھوڑا  
 وہیں۔ مواء۔ میخانہ حسن کا ایارغ ہے۔ کاشانہ محبت کا چراغ ہے۔ ایوان  
 یار میں فرش پا انداز ہے۔ خانہ دلدار میں باب ناز ہے دارالیاست  
 حسن کا مدار المہام ہے دارالسلطنت جمال کا وزیر نیک نام ہے۔ نہیں نہیں سلطنت  
 حسن کا فقیر ہے اور دارالحکومت فقر کا امیر ہے بارگاہ حسن آرا خانم سے  
 قیس الدولہ حافظ الملک رقیب جنگ اسکا خطاب ہے اور بیشکاہ نور جہان بکیم  
 سے مفتاح الدولہ ناصر الملک یار جنگ اسکا القاب ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آقای  
 نامدار حسن کا رفیق برودہ ہے اور سرکار دالالتبار حسن کا قدیم نمک پروردہ ہے۔ اور  
 دیار حسن میں نگاہ روبرو پکارنے کو چوبدار ہے سرکار حسن کا قدیم الخدمت  
 چاکر و فاشعار ہے حرم سراے محبت کا باب السلام ہے سلطنت حسن کا  
 دار السلام ہے۔ لڑکیوں میں گڑیوں کا پردہ دار ہے۔ لڑکوں میں صنم آمد کا انتظار ہے  
 کونسا کلام ہے جو بے اعانت حضرت عشق مقبول انام ہوا۔ کون شخص ہے جو بے  
 اعانت جناب عشق مشہور عوام ہوا۔ کونسا ادیب ہے جس نے اسکا احسان نہ اٹھایا۔  
 کونسا طبیب ہے جو اسکے علاج سے عاجز نہ آیا۔ قرآن میں بھی اسکی جلوہ گری ہے  
 حور مقصودات فی الخیام میں اسی کی دلبری ہے۔ جعفر برکلی کو کس نے نکالا عروج  
 براکہ میں کس نے خل ڈالا۔ ہمشیر ضیہ زن کا پردہ کے ہوائے شوق نے اٹھایا۔  
 آخت رشید کو کس نے آدھی رات کو خوابگا جعفر میں پہنچایا۔ علاء الدین غوری کے دل میں  
 کونسی آگ شعلہ ریز ہوئی۔ پداوت کے واسطے کسی غمازنی بہستیز ہوئی۔ کس کے



نقب اندازی نے قلعہ چنور کو اڑایا کے آگ نے تین سو رانیوں کو جلایا۔ کیسا ہی  
 مسلمان ہو مگر جہان اسکا مزہ چکھا اور دارالسلطنت عشق میں قدم رکھا فی الفور قاضی  
 بیضائے عشق نے حسب احکام محبت کفرستان زلف کو دارالسلام بنایا اور  
 مفتی علامۃ الشوق نے بفجائے فتوے سنت عشق خانہ رقیب کو دارالجہاد  
 فرمایا۔ جہان کوئی بسملہ خوان دبستان عشق۔ بی۔ اے۔ پاس کر نیکو محبت  
 کے کالج میں داخل ہوا الف قدان سیمبر کے جسم رعنا و صا و چشمان جادو نظر کی  
 تیرنگاہ سے گھایل ہوا جہان کسی نے دارالقضاء عشق میں قدم رکھا اور قاضی بیضائے  
 عشق نے پکارا کہ مفتی صدر دین اسلام ہے تو بسم اللہ محضر شہادت قتل عاشقان  
 بسمل تیار ہے۔ نقطہ خال کی تجنیس کا خیال رکھ کر نکلت پانچ لکھ جا پھر شوق سے  
 شاہجہان آباد محبت میں صد الصدوری فرما اور اگر فضل حق کو دیکھ کر کفرستان  
 زلف میں پھسنا منظور نہیں تو اشک سیاہ فرقت سے کالے پانی میں غوطہ لگا  
 اور اگر مومن ہو کر کسی کا شیفہ ہے تو جام صہبائی گل سے مے آشامی میں کیا  
 دیر ہے۔ اور اگر غالب خم آشام کی طرح جام دہبو کا ذوق ہے تو بسم اللہ  
 ورنہ قسمت کا پھیر ہے۔

مینا و صراحی دے غم جام و سرودی  
 حق را بسجود می و نبی را بدرودی

فرقت اگر نیست و ہنست ختم کار  
 ز نہار ازان قوم نباشی کہ فریبند

## الرافعہ

(جناب مولوی) خواجہ تاج محل حسین صاحب ایڈیٹر اگرہ اخبار روز مانتہ

غزلِ مدحیہ از نتیجہ فکرِ سلیم طبعِ مستقیم حضرت مولانا مولوی  
محمد عبدالوفا عمر صاحبِ مختص الخلیق حسین قادری ملی حید آبادی

ہوں روشن بتلیان آنکھوں کی وہ تصویر کہتے ہیں  
اٹھا کر طاق میں اپنی ہر اک بے رکھتے ہیں  
غنی دولت میں جو عشق کی جاگیر رکھتے ہیں  
وہ اپنا حسن عالیٰ خارجِ تقریر رکھتے ہیں  
یہ شبِ خواب میں کل یہیں کیا تعبیر رکھتے ہیں  
کہ خود ہم قصرِ دل میں غیر کی تصویر رکھتے ہیں  
یہ دو نوعِ عشق کیا اعجاز و کیا تاثیر رکھتے ہیں  
یہ ٹوٹے پھوٹے دل کیا عزت و توقیر رکھتے ہیں  
نہتے ہیں زنجیر اور نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں  
حفاظت ہم اپنا نامہ تقصیر رکھتے ہیں  
نیشہ و لہو میں جہتِ خواہجہ ہمیں رکھتے ہیں

وہ شخص حسن بڑھکر چاند سے نور رکھتے ہیں  
مقدم ہم رضا مالکِ تقدیر رکھتے ہیں  
وہ کب پر کا ملکِ عزت و توقیر رکھتے ہیں  
ہوئے دیسے ہی پیدا جس طرح حضرت کو تھا منظور  
نہو ہم غافلون کو نیک بد معلوم دنیا میں  
ملک آئی نہیں جس گہر میں موت ہو تو حضرت  
مجازی سے جہرِ شق ہو حقیقی سے قمرِ شق ہو  
شکستہ دل بنے ہیں جلوہ گاہِ دلبرِ عالم  
نگہ سے قل عالم کر ہی ہیں پردہ ظاہر میں  
سنا جب شفاعت شرط ٹھہری گناہوں کی  
خیال یار معروف اور مجهول اب کہاں ہلکو

خلیق اپنی ہر اک بگڑی ہوئی کیونکر نہ بن جا  
مزیدون کی خبر جب غوثِ اعظم پیر رکھتے ہیں

قطعہ تاسخ رسالہ تحفہ حنفیہ

جلوہ گر با مطالب علیا  
نصرتِ دین و دولت دنیا

تحفہ بے بہا شد از پٹنہ  
سالِ اجرائیش خلیق بگفت

(سلسلہ کیلئے تحفہ (شمارہ ۳) صفحہ ۴۴ ملاحظہ فرمائیے)

## اسلامی ناول

یرغون بیٹھے بیٹھے تکیہ پر جھک گیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں۔

مصاحب گھبرا کر سندر کے پاس آیا دیکھتا ہے کہ ہات پاؤں سرد ہیں موندہ سے کف آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اس ناگہانی حالت نے تھوڑی دیر تو اسکو سکتہ عالم میں کر دیا لیکن جلد سنبھل کر سنے گھنٹی بجائی جسکی آواز سے تھوڑے عرصہ میں اکثر اراکین معزین دربار میں جمع ہو گئے۔ مناسب وقت کے حیون حیون تدبیریں کیجاتی تھیں اسبقہ رخصت نے ترقی شروع کی۔ یکایک آنکھیں کھل گئیں اور خفیف آواز کلر کلر گئی ابھی تک دم کی آمد وقت جواچھی طرح محسوس ہوتی تھی اب اسکی آواز بھی دھیمی پڑنے لگی۔ اس حالت کو دیکھ کر نام موجودین آداب دربار بھول کر بے اختیار بیچ اٹھے۔

مصاحب نہایت غصہ کے لہجہ میں کیا تمہاری عقل بالکل سلب ہو گئی۔ دربار میں اور یہ بدشگونی۔ اگر تم میرے حکم کی فوری تعمیل نہ کرو گے تو میں اس وقت بذریعہ اپنی خوشنودار کے اپنا حکم نافذ کروں گا۔ کان کھو لکر سُنو کہ میں تمکو حکم دیتا ہوں کہ تم سب اسی دم خاموش ہو کر دربار سے باہر ہو جاؤ۔ تمہارا اس وقت کا یہ اجتماع نصیب اور زیادہ فضحلال روح کا باعث ہوتا ہے۔

اس جبر دنی حکم کا پزور لہجہ سے ادا ہونا تھا کہ سارا مجمع منتشر ہو گیا اور ہر چند مخصوص کے کوئی باقی نہ رہا۔ سرد ہوا اور ٹھنڈے پانی کے استعمال سے تھوڑی ہی عرصہ میں صحت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ تدبیر مذکورہ پر تیار اراکین

ہوش بھی آگے مگر چہرہ پر ضعف اور وحشت کے آثار بہت کچھ باقی تھے۔

یرغون یہ مجمع کیوں ہے اور آپ لوگ کب آئے۔

مصاحب حضور کو دشمنوں کا مزاج کچھ ناساز ہو گیا تھا لیکن مسیح کی تائید سے اب بہت خیر ہے۔  
یرغون تفصیلی کیفیت بیان کرو۔

مصاحب پوری کیفیت سنا دی۔

یرغون آج تمام دن مین جھکو کوئی موقع ایسا نہیں ملا جس میں میرا دل قوم عرب کی فکر سے خالی ہوا ہو۔ اور یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ زیادہ فکر سے دماغ اور قلب پر کمزور کرنے والا اثر ضرور واقع ہوتا ہو۔ میری اسوقت کی علالت کا سبب وہی فکر بلیغ کا اثر تھا۔ لیکن اب مین بالکل اچھا ہوں۔ دربار برخواست۔

جب سبحان خیال ملکہ کے اور کوئی پاس رہا وحشت نے اگر مجرا ادا کیا وہی خیالات پھر دماغ میں سمائے اور مصاحب خاص کی یاد ہوئی۔

مصاحب آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔

یرغون تم جانتے ہو کہ اسوقت تم کیوں طلب کی گئی۔ اور بیوقت یا دفرمانی کو نشی غرض متعلق ہو۔  
مصاحب حضور ہماری جانوں کے مالک ہیں۔ جسوقت طلب فرمایا جائے وہی وقت ہے۔ ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ غلاموں کو یا دفرما کر دولت باریابی سے

مالا مال کر دیا جائے۔ باقی وجہ غلام اسوقت معلوم ہوگی جب حضور کی زبان سنو گے۔

یرغون تم لوگ اسوقت کی بیہوشی کا یہ باعث سمجھتے ہو کہ جھکو کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوا۔ تمہارا یہ خیال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ جس بیماری کا صدمہ تمہارے اسوقت اپنی آنکھوں سے دیکھا گیا وہ بیماری ایسی ہے جسکو تمہاری کوئی دوائی تدریر دور کر کے

نہیں ہرگز نہیں۔ یہ وہ روحانی بیماری ہے جو کمال ہلکے ہونا مجبوقین کے درجہ تک پہنچ گیا ہو۔ ہاں اسکا سریح الاثر علاج ایک کے پاس ہے مگر تم کو معلوم نہیں کہ وہی میر خون کا پیاسا۔ میری جان کا دشمن ہے۔ اچھا تم میرے اس سوال کا جواب دے سکتے ہو کہ مجھ کو کیا بیماری ہے۔ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں بتا سکتے۔ ہاں یہ وہ بیماری ہے جس کے عارض ہونیکے بعد قدرتی مجبوری سے بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہوں کو ملک و دولت پر لات مار کر بھونکے پیاسے۔ وحشتناک جنگوں کی خاک چھانا پڑی۔ ہاں یہی وہ بیماری ہے جس نے بہت سے نورانی دماغوں کو لاعقل بنا دیا۔ بیشک یہی وہ بیماری ہے جسکی کوئی دوا نہیں۔ تم خوب سمجھ لو کہ اگر میری اسید منقطع ہوئی۔ اگر مجھ کو اپنے ارادوں میں ٹاکامیابی ہوئی۔ تو تم بہت جلد سن لو گے کہ تمہارا سر پرست جو آج تخت حکومت پر بیٹھا ہے وہ کسی پہاڑ کے نیچے مردہ پڑا ہوگا۔ یا اسکی مردہ لاش کو دریا کی لہریں بہاتی پھرتی ہوگی۔ میں نے آج تک جس بھید کو نہایت احتیاط کیسا تھا تم سے مخفی رکھا آج علی الاعلان تم سے کہے دیتا ہوں۔ میرے دل پر عشق کا زبردست تیر اپنا پورا اثر کر چکا۔ کیا تم اُس زخم کو کسی مرہم سے اچھا کر سکتے ہو۔ کیا اُسکا اند مال تمہاری طاقت سے ناممکن الوقوع نہیں ہے۔

مصاحب غلام کا کیا مقدور جو رائے مبارک کے خلاف میں اپنی ناچیز رائے کا اظہار کر سکے۔ لیکن حسب الحکم اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں کہ قدرت نے کوئی مرض لاعلاج نہیں پیدا کیا۔ بشرطیکہ قانون قدرت کے مطابق عمل بھی کیا جائے۔ اس بیماری کی عجب دوا غلام کو کبھی معلوم ہے۔ اگر صبر و تحمل سے پہلو تہی نہ ہو تو کیا امکان کہ اس درد کا وجود باقی رہے۔ اور اگر خدا نخواستہ طبیعت پر زنج و فلک مسلط کر دیا تو ممکن نہیں کہ منزل تک

رسائی میں بہت کچھ دقیق سداہ نہ ہو جائیں۔ یہ یقینی اور ضروری بات ہو کہ جو کام  
 اس وقت بہت آسانی سے پورا ہو سکتا ہو وہ اس وقت نہایت مشکل ہو جاوے گا۔ اور  
 نیز یہ امید نہیں کہ اُس حالت میں سچی اُمت کے انصاف کا خون نہ ہو مظلوم ہرگز  
 اپنی داد کو نہ پہونچے گا۔ انتظام مملکت میں ایسا خلل پڑنا یقینی ہے کہ جو سنبھالنے نہ سنبھلے  
 لہذا ایسی حالت میں نہایت ضرور ہے کہ استقلال کو نہایت مضبوط ہاتھوں سے  
 پکڑ لینا چاہئے۔ اور غلام کو اپنے مافی الضمیر پر مطلع فرما دے کہ اگر کوئی سبیل مقصود  
 تک پہونچنے کی میری ناقص فہم میں پیدا ہوگی تو غلام اپنی کوشش اٹھانہ رکھیگا۔  
 یہ غعون میں خوب سمجھتا ہوں کہ تلو مابہ دولت سے سچی عقیدت و نیاز مندی ہے۔  
 تم نے جو کچھ بھی کہا اسی میں کامل فائدہ اور وہی عقل کا مقتضا ہے۔ لیکن یہ تو کہو کہ سکو  
 نفع کا لالچ اور نقصان کا خوف نہ ہو جس کو عقل سے دشمنی ہوا سکے دل پر تمہاری اس علاقہ  
 مشورہ کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔ ہاں جس کو اپنے دل پر قابو ہو گا وہ ضرور تمہارے حکیمانہ  
 خیالات۔ تمہاری دور اندیشی سے متمتع ہو سکتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے اور تمہارا خیال  
 رسائی کرے تو مجھ کو وہ تدبیر بتاؤ جس سے ملکہ طاریوں میری ہو جائے۔

مصاحب چہرہ کا رنگ اڑ گیا۔ مونہہ تکتا ہے۔ اُسکے چہرے یہ بات ثابت ہو کہ  
 جو کچھ وہ کہنا چاہتا ہے کسی سبب اُس کو زبان تک نہیں لاسکتا۔ مگر تھوڑے تامل کے  
 بعد کہنے لگا کہ اے ہمارے آقا یہ امر جس درجہ کا مشکل ہے وہ خود بدولت پر مخفی نہیں۔  
 اگر اس امر کا چرچا ہو گیا تو جو دقیقین اور فسادات پیدا ہو سکتے ہیں خداوند پر وہ بخوبی ظاہر  
 ہیں۔ لیکن دنیا بامید قائم خدا کے آسمانی کے فضل کے بھروسے پر ہمارے آقا کو ضرور  
 اپنی کامیابی کی امید رکھنا چاہئے۔ مباد اگر دولت و ثروت پر خاک ڈال کر موراوردی

(ارباب زمانہ اسے بغور دیکھیں اور خوبی تحریر کی داد دین)

## العلم

علم و متعلق کچھ لکھنے کا خیال ظاہر کرنا ایسا امر نہیں کہ نئی تعلیم نئے خیال نئی روشنی والی حضرات کا کان نہ کھڑے ہوں۔ وہ ضرور نہایت تعجب و حیرت کے اوج میں کیسے کہ آئینہ تو ہمارا حصہ ہمارا کام تھا اور سمجھنے اس بارہ میں اپنا کمال ظاہر کر دیا۔ ہم ہی نے اس کی ابتداء کی اور اسکو انتہا تک بھی پہنچا دیا متعدد کمیٹیوں۔ انجمنوں کے سالانہ جلسوں میں مختلف مقامات پر۔ پر زور اسپچ و لکچر پچرون میں اس سلسلہ کی کافی تحقیق ہو چکی بیشمار اخبار و ماہوار می پچرون کے کالم اسی توضیح و تشریح سے سیاہ بین پھر اس تحصیل حاصل سے کیا حاصل۔ اور پھر مذہبی قیود میں جگڑا ہوا شخص تو اس بحث میں قلم اٹھا ہی نہیں سکتا۔ آزادی کا نفع۔ اجتہاد کا سہ تو ہمارے ہی سر ہے۔ قرآن و حدیث فقہ۔ و تفسیر۔ اصول و تصوف کے پڑھنے پڑھانے والوں میں یہ قوت کہا۔ اور جدت پسند طبعیت کو کون نصیب آئے انصاف پسند حضرات۔ اے اسلامی بھائیو کیا آپ پر یہ امر مخفی ہے کہ تصنیف و مضمون نویسی کا دروازہ آج مطلب و اخبارات کی بدولت ہر گتھی اردو خوان ہر طفل مکتب کے لئے کھلا ہوا ہے کیسی زبان کا کہا ہوا۔ قلم کا لکھا ہوا نفس الامر میں کتنا ہی غیر مفید اور لکچر کیوں نہ ہو۔ مگر چند عام طبیعتیں جو ریک اور جالانہ خیالات کو زیادہ پسند رکھنے پر مجبور ہیں اسکو قومی ہمدردی علمی تحقیقات سمجھ کر واہ واہ کا شور مچا دیتے ہیں۔ بلکہ لکچر اور اسپچر جس کی یہ وقعت بڑھائی جاتی ہے کہ گویا اصلاح و ترقی کے پیغمبر ہیں تو یہی۔ اسی تعریف پسندی کے مزہ نے بہت کم یا یہ حضرات کے دلوں میں مزید تحقیقات کا شوق پیدا کر رکھا ہے ہر اور ان میں میرا مقصد یہ نہیں کہ اس نئی دنیا میں نئے خیال والے حضرات کی نئی تحقیقات جو ہر امر کی الماری ہر شے کی میز پر عروج و

کو بکس کی زینت ہیں ان سب پر میں اس وقت رائے زنی کروں۔ ہر مضمون کے پیچھے اپنا خیال دوڑاؤں۔ کیونکہ اُنکے متعلق تفصیلی بحث۔ اور کامل توضیح کی نہ مچھو، فرصت نہ یہ پیدا اور کفایت کر سکتے ہیں۔ میرا مقصد یہی ہے کہ جو منصف مزاج اور حق پسند بھائی ہیں ان پر یہ بات ثابت کر دوں کہ حضرات متجددین متحرکین کا تعجب حیرت ہرگز یہ قابلیت نہیں رکھتا کہ دعوت کی نظر دیکھا جا سکے۔ وہ جو کچھ کہیں لکھیں اُنکو کہنے لکھنے دیجئے۔ اسلامی عقیدہ تمدنی کا سچا مقتضا یہی ہے کہ اسلامی نگاہ سے یہ دیکھئے کہ اس وقت تک ان حضرات کی سعی الکی اجتہادی کوشش کا نتیجہ جس قدر مضامین ہیں انہیں دیانت و حق پسندی کا کس قدر گلا گھونٹا گیا ہے۔ حق پسند طبیعت کو اس امر کے قبول میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا کہ ان حضرات کو ان مباحث میں بصیرت حاصل ہونیکا کوئی کافی ذریعہ نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں کوئی بھی ذہین۔ ہوشیار شگفتہ طبیعت نہیں۔ ایک نہیں سو ہوں لیکن بمصادیق ذوق این مے نشناسی بخدا اسانہ چشما جب سچے اسلام۔ سچے مسلمانوں کے سچے علوم سے اُنکو کوئی واسطہ کوئی تعلق ہی نہیں پھر اُنکے کہے پر عمل کرنا تو درکنار اُنکے بیانات کا سننا کب جائز ہو سکتا ہو۔ ان حضرات کا جو سرمایہ علمی ہو جو اُنکے مشاغل ہیں جب صرف ساری پارٹی کی دلی توجہ مبذول ہو جن اصول پر وہ کسی مسئلہ کی تحقیقات کرتے ہیں۔ ان اعتبارات کے لحاظ سے وہ ہرگز اس قابل نہیں ٹھہر سکتے کہ مسلمانوں کے کسی مسئلہ کی نسبت کوئی رائے قائم کر سکیں۔

معترضات ان حضرات موصوفین نے علم کے متعلق جسطرح طول بیانی اور خاتم فرسانی کیساتھ اپنی جدت پسند طبیعت کا جوہر اور قلم کا زور دکھایا ہو۔ کوئی منصف اور حق پسند طبیعت اُس کوشش کو ادھوری اور ناقافی بھی نہیں کہہ سکتی۔ میرے پیارے بھائیوں ناقص اور غیر مکمل کہے کہتے ہیں اسلامی نگاہ سے دیکھئے تو اُنکھیں کھل جائیں کہ سچے اسلام اور اُنکو



اُسکے سچے ہوا خواہوں کے حق میں تیز چھری سے کم نہیں۔ ہاں ان اس بحث کے متعلق کبھی کوئی ضروری بات بیان نہیں کی گئی۔ میں اس امر کا مدعی نہیں ہوں کہ تمام امور ضروریہ اور کل مفید مباحث آپ کے ملاحظہ میں پیش کرنا مجھ کو شرف حاصل ہوگا۔ البتہ بمصدق ماکا ید رت کلہ لا یتزلزل کلہ کے آپ کو یہ امید ضرور رکھنا چاہئے کہ مجھ کو کچھ لکھوانشا اللہ و خرو مفید اور ضروری ہوگا۔

**حضرات** آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ ہم جو کچھ بھی ترقی حاصل کرتے ہیں وہ اس طرح کہ کسی بڑے رحیم و کریم کا وسیع فضل ہماری دستگیری اور رہنمائی فرما کر۔ ورنہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اگرچہ انسانی زندگی کا شروع حصہ ضرور ایسا ہو کہ اس وقت کے لحاظ انسان کو عرفا معصوم کہنا کوئی نازیبا بات قرار نہیں پاسکتی۔ مگر جیون جیون نمو کو ترقی شروع ہوئی انسان کو دنیا سے۔ دنیا کو انسان سے سابقہ پڑا وہی معصوم انسان کیا کچھ نہیں کر گزرتا۔ دہا صاف اور ستھرا دل حسین کسی قسم کا وجہ یا میل کا مادہ تھا۔ حسین قدی انوار کو جلوہ گاہ بننے کی قابلیت و دیعت رکھی گئی تھی۔ نفسانی خواہشیں اُسکا ایسا کایا پلٹ کر دیتی ہیں کہ معاملہ بالکل عکس ہو جاتا ہے۔

**حضرات** خوب یاد رکھنے کی بات ہو کہ اگر ہمارے ساتھ کامل رافت و رحمت کا بڑا ذنہ کیا جاتا۔ کسی ہمارے کامل خیر خواہ کو ہمارے ساتھ قوی ہمدردی نہ ہوتی تو حشرات الارض کی مدد سے زیادہ ہم اور کسی شمار و قطار میں نہیں آسکتے تھے۔ بلکہ عقل سلیم شہادت دیتی ہے کہ ہمارا پاراؤنسے بھی کئی نمبر گھٹتا بہت صحیح اور سچا ارشاد ہے اذ احصی القلب صحیح الجسد کلہ و اذ احسد القلب فسد الجسد کلہ۔ حاکم کہو۔ بادشاہ کہو۔ صل کہو۔ کچھ بھی ٹھہرا انسان کے بدن میں جو ایک چیز ہے وہ بھی صنوبری شکل ہے اس عالم کون و فساد میں سارا بھیرا اسپکی صلاح و فساد کا ہے ہاں اب ذرا گوش ہوش سے سننے کی بات ہو کہ اگر آفتاب بڑھنے نے اپنی مشاد و شفاف چمکدار شعاعوں کو فیض سے کچھ مستفیض فرما کر اس بقدر ذرہ کو رشک نہ بتا دیا

توفیق کرے۔ سمجھئے کہ اب آپ کا جینا بھی کام کا اور مرنا بھی کام کا یہی وہ نور تابان ہو جسکی ہدایت  
انسان کو قدرتی احکام پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ یہی وہ نور ہے جسکی روشنی میں قدرتی افعال  
کی معرفت آسان ہو جائے۔ اسی نور کی بدولت انسان خدا تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اسی نور کو  
علم کہتے ہیں۔ اور یہی علم کی سچی حقیقت ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اپنے مفہوم میں عقل کو مفہوم سے  
مخایرہ ممتاز اور اسکو عقل پر فوقیت حاصل ہو کہ جس قوت کے ذریعہ سے انسان اپنی  
دنیاوی بُرائی بھلائی، کھرے کھونٹے میں امتیاز کر سکے اُس قوت کو عقل کہتے ہیں۔ اور یہ  
وہ قوت ہے جسکو ایک خاص فریق کے ساتھ خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اس قوت میں  
مومن و کافر دونوں برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ امور دنیاوی میں جس طرح ایک پکا مسلمان  
مفید اسباب کی تحصیل اور مضر اسباب سے احتراز کر سکتا ہے اسی طرح ایک فاسی القلب کافر  
اپنے نفع و نقصان پر کافی غور کر نیسے معذور نہیں۔ البتہ وہ خاص عقل جو معادی صلاح و فساد  
کی متلاشی ہو یہ قوت بالاستقلال بالاختصاص صرف مسلمانوں کو دیکھی ہے اور یہی عقل  
ہو جسکو علم کیساتھ ملازم کی نسبت حاصل ہے۔ یہی وہ عقل ہے جسکا سینہ نور ہدایت سے تابان  
اور جسکی آنکھ محل الجوارہ شریعت سے مکمل۔ پس یاد رکھیے کہ جو عقل مسلمانوں کے ساتھ محدود  
مخصوص ہو اسکو عقل ہدایت یا عقل معاد کہتے ہیں اور جہین مسلمان اور کافر دونوں شریک  
ہیں اسکو عقل معاش کہتے ہیں۔ لیکن ایک ضروری امر اور قابل لحاظ ہے کہ اگرچہ عقل معاش اور  
عقل معاد دونوں مرد کامل الایمان طالب حق کے پاس موجود ہیں۔ اور ہر ایک قوت محتاج الیہا  
ہو لیکن عقل معاد مقدم اور عقل معاش اسکی تابع عقل معاد حاکم عقل معاش محکوم عقل معاد  
غالب عقل معاش مغلوب عقل معاش کی وقعت اسکا وقار اسی حد تک ہے کہ عقل معاد بھی اسکی  
موافقت و ہمزمانی کرے۔ ورنہ جہاں عقل معاد اور عقل معاش کے مقتضائیں اختلاف واقع ہوں

اہل حق عقل معاش کو نظروں سے گرا دیتے ہیں۔ یہی وجہ تو ہے کہ ابناء دنیا اہل حق کو بھڑے اور محدود خیال کا آدمی۔ لکیر کا فقیر۔ مسجد حجرون میں بیٹھنے والے۔ شیبہ فراز سے نادان قہر ضرورت زمانہ سے بے خبر وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ ان سب مترادف اور قرینہ الفاظ کے استعمال سے اہل حق کی کم عقلی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ مگر ہاں تو سمجھ کا پھیر اپنی ناہنجی کو نہ سمجھے کہ حضرات اہل حق سوائے عقل معاش کے ایک اور عقل بھی رکھتے ہیں جس کے ذریعہ سے عقل معاش کی رسانی کا حسن و قبح اپنے مخفی نہیں رہ سکتا۔ ہاں اہل حق کے پاس ضرور ایسی عقل بھی ہے جس سے وہ ابناء دنیا محروم رکھے گوہیں جسکے ہوتے ہوئے واقعی مصلحتیں انکو جادہ مستقیم سے پھیر دین یا ممکن جسکی برکت سے بلحاظ ضرورت زمانہ اپنے دینی ضروریات کی مٹی وہ نہیں خراب کر سکتے۔ **حضرات معاف فرمائیے** کہ میں اپنی جگہ سے دور چلا گیا تاہم مطلب بالکل برکات بات شاید آپ کے کان تک نہ پہنچی ہو۔ ہاں علم کی تعریف جو آپ کے خدمت میں پیش کی گئی اس کے اعتبار سے محققین نے علم کی تین قسمیں کی ہیں۔ برادران میں آپکو معلوم ہو چکا کہ جس قوت یا نور کے ذریعہ سے مسلمان کی رسانی دربار احدیت میں ہو جائے یا افعال الہیہ کی معرفت حاصل ہو یا احکام الہیہ کی طلاع ہو اسکو علم کہتے ہیں پس اس تقسیم میں آپکو کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ پہلی قسم علم کو علم توحید کہتے ہیں چنانچہ خود ارشاد مقدس ہے **فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔۔** اور دوسرے علم کا نام **علم معرفت افعال الہیہ** ہے۔ قدرت کے افعال یعنی پیدا کرنا معدوم کرنا مارنا۔ جلانا۔ حشر۔ نشر۔ ثواب۔ عقاب۔ دربار تقرب میں باریابی کی گنجائش دینا۔ آپ سے دور اور بہت دور کر دینا وغیرہ وغیرہ کی معرفت کا نام علم معرفت افعال یا معرفت صفات ہے۔ تیسرے علم کو علم احکام شریعت کہتے ہیں یعنی شریعت کے

اور مردِ فنا ہی پر مطلق ہونا۔ ان تینوں علوم کے جاننے والوں کی شانیں بھی الگ الگ ہیں اور  
 ہر ایک کے نام بھی جدا جدا ہیں۔ صاحبِ علم توحید کو علمائے ربانی کہتے ہیں۔ اور عالمِ صفات  
 الہیہ کو عالمِ اخروی۔ اور عالمِ احکام کو عالمِ دنیوی سے تعبیر کرتے ہیں۔  
 علماء ربانی کو چونکہ بوجہ اہم ایقان توحیدی حاصل ہو لہذا وہ آخرت اور افعالِ خداوندی پر بھی  
 کما بین فی ایمان رکھتے ہیں اور نیز احکامِ شریعت کے آگے بھی سر تسلیم جھکائے ہوئے  
 اور ان ہی کو صوفی بھی کہتے ہیں۔ علمائے اخروی آخرت کو معرفت رکھنے کے ساتھ ان  
 احکامِ شریعت سے بھی کافی حصہ لے ہوئے ہیں جو کسی وقت میں مفرد غنہ قرار نہیں  
 پاسکتے۔ اور نیز ان احکام کو جاننے کے بعد ان پر عمل کرنے میں بھی نہایت مستعدی کیسکتا  
 مشغول ہیں۔ اور انکو ابراہیم کہتے ہیں۔ علمائے دنیوی کو بجز اپنے علم خاص کے اور دوسری  
 نعمت سے کچھ بھی حصہ نہیں جو جانتے ہیں ان پر بھی عمل نہیں کرتے۔ ان ہی کا یہ حال ہے کہ  
 نامشروع جسوں کو انکو اجتناب نہیں۔ ان ہی کا زہریلا اثر ان کے جلیں دانیس میں بہت جلد سراپ  
 کر جاتا ہے وہی اپنے ساتھ اور دنکو بھی لے ڈیٹے ہیں۔ ان ہی کی صحبت سے اجتناب  
 لازمی و ضروری بتایا گیا ہے۔ ان ہی کو علماء السور بھی کہتے ہیں۔ حضراتِ خوب  
 سمجھ لیجئے کہ جب طرح عالمِ ربانی اور عالمِ اخروی کی قدر و منزلت خدا کے دربار میں بہت کچھ ہے  
 اسی طرح علماء السور سے زیادہ اور کوئی راندہ درگاہ نہیں۔ چنانچہ حدیثِ نبویؐ اس امر پر صحیح  
 دلالت کرتی ہے۔ ان خیر الخیر، خیر العلماء وان شر الشر شرار العلماء۔ اور لم یسمین یہ  
 کفی نفسہ علم کے مفید ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی چیز بھی علم سے زیادہ فائدہ مند  
 نہیں ہو سکتی مگر اسی وقت کہ نیت خیر ہو محض خالص اللہ حاصل کیا جائے۔ اسی طرح علم سے  
 زیادہ اور دوسری چیز کامل نقصان سنان اور حضرت الگیز بھی متصو نہیں ہو سکتی۔ اور یہ اس میں

کہ اُس سے دنیا طلبی مقصود ہو بقول شتصیکہ جیسی نیت ویسا پھل کیونکہ عظیم المنافع اور کثیر الفوائد چیز مصرت بھی سخت پہونچاتی ہے۔ مین اس مطلب کو ایک نہایت موئی مثال کے ساتھ آپ کے ذہن نشین کیے دیتا ہوں۔ آپ خیال کیجئے کہ غذا کی صفت صدیق القوۃ ایسی نہیں جس کو کوئی معمولی خیال کا آدمی بھی تسلیم کرے۔ یصلح لان یصیب جزء من عضو اسکی حقیقت مین خل شہری یاد بہاتی۔ پڑھا لکھا یا جاہل کندہ ناتراش کیون نہوسب جانتے اور مانتے ہیں کہ زندگانی کا سہارا ان ہی دور و دیون پر ہے۔ بغیر غذا کے انسان کی زندگی محال۔ بدل یا تحلل اور تنمیه کی صلاحیت صرف غذا مین کھی گئی ہو۔ لیکن غذا کا یہ ضروری اور عمدہ اثر ان ہی صحیح المزاج اشخاص پر مرتب ہو سکتا ہے جبکی ہیئت ترکیبہ علی کا کہا ہے جنکا مزاج اعتدالی حالت سے خارج نہ ہو۔ معدہ وغیرہ مین اخلاط فاسدہ متلی نہ ہوں۔ ان اسباب کے ساتھ غذا اپنا عمدہ اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی طاقت بھی دیگی۔ بدل یا تحلل بھی ہوگا۔ اور اس حالت مین کہ مزاج اعتدالی حالت پر واقع نہیں اخلاط ردیہ بدن مین مجتمع ہین ہی غذا فقط اشتداد مرض کا سبب ہو جا دیگی بلکہ اُس کا کام ہلاک کر دینا ہو پس ہو ہو علم بھی ہی حال ہو کہ فی نفسہ علم ضرور روحانی نافع غذا ہو۔ حالات قلبیہ۔ اخلاق نفوس کی صلاح و تربیت تزکیہ و تنمیه کا قومی سبب۔ مگر اُس کے آثار و نتائج کا ظہور اس وقت ہو سکتا ہو کہ قلب متعلّم کا مزاج نہایت استقامت و خلوص کیساتھ بارگاہ قدرت سے لولگا ہو رہے۔ اُس کے اجزاء وجود مین۔ حسد۔ غرور۔ خود بینی۔ خود نمائی۔ دنیاوی محبت۔ ہوا و ہوس وغیرہ اخلاط ردیہ نہ جمع ہوں ایسی حالت مین بیشمار قدرتی نعمتیں ہمارے سرِ صدقے ہونگی۔ ہمیر کیسی طرح کا کوئی نقصان عاید نہیں ہو سکتا۔ سرِ سرِ نفع ہی نفع ہو۔ ورنہ جس حالت مین کہ دلی کا مزاج بگڑا ہوا ہے۔ دل محبت دنیا سے خالی نہیں اس وقت ہی علم نقصان اور سخت نقصان

پہونچانے میں کوئی کسر بھی باقی نہیں رکھتا۔ یہی علم ازمان مرض و مرور ایام پر در طہ ہلاکت میں پہونچا کر مانع نجات ہو جاتا ہے۔

**حضرات میں یقین کرتا ہوں کہ اس توضیح کے بعد میرے معروضہ کے قبول میں آپکو شک شبہ باقی نہ رہا ہوگا۔ اب علم نافع اور علم مضر کی شناخت حاصل ہونیکا طریقہ ضرور دریافت کر لینا چاہئے۔ اگر علم سیکھنے کے بعد دل میں خوف الہی سیکھنی، غربت، تقویٰ زیادہ ہو جائے۔ اپنے آپ کو سب سے زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھے۔ شوق کی آگ اور زیادہ بھڑک اٹھے۔ دست طلب اور زیادہ پھیل جائیں تو سمجھ لیجئے کہ علم ضرور نافع ہے۔ اگر علم سیکھنے کے بعد غرور، تفاخر، امر کی حاضر باشی بڑے لوگوں کی دربار واری، دنیا طلبی، پیچا کرے تو یقین کیجئے کہ یہ علم مضر تر رساں ہے حفظنا اللہ**

عن الکافات بحرمۃ سید السادات المنجی من الطلمات علیہ وآلہ  
منہ ازکی الصلوات واسنی التحیات حضرت اگر زیادہ پچھلی منظور ہے تو میرے  
اس بیان کی تصدیق میں ایک حدیث نبویؐ بھی سن لیجئے من طلب العلم لله لم یصب منه  
بابا الازداد بہ فی نفسه ذکا و فی الناس تواضعا و فی الله خوفا و فی الدین  
اجتهادا فلذلك الذی ینتفع بالعلم فلیتعلمہ ومن طلب العلم لل دنیا  
والمنزلة عند الناس والخطوة عند السلطان لم یصب منه بابا الازداد  
فی نفسه عظمۃ و علی الناس استطالة و بالله اغترارا و فی الدنیا  
جفاء فلذلك الذی لا ینتفع بالعلم فلیکف ولیمسک  
عن الحجۃ علی نفسه والندامة والخزى یوم القیامۃ  
حضرات ایک مفید بات اور گوش گزار کر دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ یہ کہ دشمنی علم

کافی متمتع ہو سکتا ہو جو نصوص صریحہ کو اپنا دستور العمل بنالی۔ جیلون کا سہارا ابھرانہ دیکھتے درنہ  
ساری خداداد دولت برباد ہو جا دیگی۔ برادرانِ من اس بیان کے بعد آپ بخوبی سمجھ لیں  
کہ علم کا ماخذ بجز ذاتِ بابرکات جناب سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کوئی دوسرا نہیں  
قرار پا سکتا۔ علوم ظاہری میں جو آب و تاب ہے اسی گوہر شہجراغِ نبوت کا ایک ادنیٰ  
پرتو۔ علوم باطنی میں جو قدرتی انوار اپنا جلوہ جمالِ جہان آرا دکھاتے ہیں یہ اسی آفتابِ  
نبوت کا فیض ہی۔ اولینِ آخرین کے تمام علوم کو یکجا کر نیکی بعد موازنہ کیجئے تب بھی  
بد اہتہ یہ امر ظاہر ہو گا کہ اُس عالم و غلک، مالم تلمن تعلم کے علوم کے سامنے اس زیادہ  
اور کوئی مناسب نہیں جو قطرہ کو بحرِ زخار سے حاصل ہے۔ ہر ایک اپنی استعدادِ فطرتی  
کے بقدر اُس استادِ اذلی سے مستفید ہوا اور ہوتا ہے اور ہو گا۔ علماءِ ظاہر نے علوم  
ظاہری کی تعلیم پائی۔ علمائے باطن نے باطنِ قرآن و حدیث کے فوائدِ حاصل کئے  
چنانچہ کس معجز بیانی کیساتھ اس طرف اشارہ فرمایا جاتا ہے انزل من السماء  
ماء فالت اودیۃ بقدر سہا یعنی آسمان قدرت سے انواع و اقسام  
کے برکت والے پانی برسے جتنا برکت آمیز پانی جس وادی دل میں پہونچا ویسی ہی صفائی  
آسمین پیدا ہوئی جس طرح وادی و صحرا میں پانی کا بہاؤ جس خاشاک کو باقی نہیں چھوڑتا  
اسی طرح یہ آسمانی نور غفلت و ظلمت کا صفایا کر دیتا ہے۔ ہر قلبِ مع من جس قدر  
صلاحیت و استعداد تھی اسی قدر اُس وسیع فیض سے متمتع ہوا۔ کیسے کم حصہ ملا۔ کیسے  
زائد بچہ دل دنیاوی محبت سے پاک و صاف نہ تھے وہ ایک خاص علم کے سوا حقائق  
علوم سے بے خبر رہے۔ مفسر ہوئے۔ فقہر کہلائے۔ محدث ٹھہرے۔ اور جو قلوب  
صافیہ دنیا سے فارغ تھے انکے وادیِ قلب میں یہ نامحدود وسعت دیدی گئی کہ جملہ حقائق

علوم کی سمائی انجین و شوارہ ٹھہری۔ اور بھی وہ انفاس متبرکہ میں جنگو علما ربانی کہتے ہیں یہی تو وہ ہیں کہ علوم ظاہریہ سے بھی بے بہرہ نہ ہو کر حقیقتہ العلوم کے عالم ہیں۔ اور اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جنکی تحصیل و تکمیل میں دنیاوی محبت مغل نہیں ہو سکتی بلکہ با اوقات ان کے کتاب و اشتغال میں اور زیادہ مدد و معاون ہو جاتی ہے کیونکہ بغیر محنت شاقہ کے وہ علوم حاصل ہو جائیں یہ تو معلوم ہے اور محنت اٹھانے مصیبت میں پڑنے سے بھی ان جان چراتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی نفس قدر و منزلت کا بھی خواہ ہے اور وہ بغیر حصول علم کے ناممکن لہذا یہ دنیاوی محبت خواہ مخواہ تحصیل تکمیل علوم کی طرف متوجہ کر دیتی ہے کہ کوئی تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوتی۔ پہاڑی راتوں کو جاگ جاگ کر سویرا کر دینا۔ سفر کی دردناک مصیبتیں جھیلنا فقر و فاقہ کی تلخی وغیرہ وغیرہ یہ سب تکلیفیں انسان کو ادا کر کے علم حاصل کرتا ہے پس آپ بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ اس مشقت کی برداشت کا سبب۔ اس تحصیل و تکمیل علوم کی علت غائی بجز دنیاوی محبت کے اور کوئی نہیں۔ لیکن علما و ربانی کے علوم اور دنیاوی محبت یکجا ہو سکیں این خیال ست و محال ست و جنون کہ یہ عالی قدر علوم تو جب ہی حاصل ہونگے کہ دنیاوی محبت کا کہیں کو سون پتہ نہ ہو۔

**حضرات** یاد رکھنے کی بات ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو بعد از انبیا سب پر تقدم و شرف حاصل ہے اس تقدم و شرف کا منشا کیا علم کلام کی مہارت تھی۔ یا فقہی تبحر تھا فتویٰ نویسی میں مشاق تھے۔ یا کسی دوسرے فن میں انکو یہ طولا حاصل تھا۔ جس علم نے انکو اس فضیلت کی معراج پر پہنچا دیا وہ یہی علم آخرۃ و علم حقیقت تھا۔ چنانچہ استاد شفیق۔ ہادی طریق صلی اللہ علیہ وسلم کی مریخی تعلیمات اسکی شاہد ہیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت صوم و صلوٰۃ یا فتویٰ نویسی وغیرہ



وجہ کی بنا پر بعد از انبیاء سب سے افضل نہیں ٹھہرائے گئے بلکہ افضلیت کی علت شے و حرفی صدق بتائی گئی۔ پس یہی سر مکون اور جوہر نفیس ایسی چیز ہے جسکے ہونے اور نہ ہونے کی زیادتی پر ترقی و منزل کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک محقق (یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے فرمایا مات تسعة اعشار العلم یعنی آج نو حصے علم مر گیا۔ عرض کیا گیا کہ حضرت ہم آپ کی تہذیب تو نہیں کر سکتے مگر ہماری عقل تو ادا کے طلب سے ضرور قاصر ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ عمر کی موت سے نو حصہ علم مر گیا حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے علیل القدر صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے صاحب علم صاحب فہم و فراست موجود ہیں۔ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہونے سے ہم کیونکر آپ کے قول کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اس محقق کامل نے جواب دیا کہ شاید تم علم سے علم احکام سمجھے اور تمہارے شک کا بھی منشا یہی ہوا۔ نہیں نہیں میری مراد یہ نہیں ہے۔ میری غرض علم وہی علم ہے جو خدا تک پہنچا دے یعنی علم حقیقت۔

میرے پیارے بھائیو کیا اب بھی اُپکو اس امر کی حقیقت میں کوئی شک و شبہ باقی رہا کہ جو علم فیضان آفتاب نبوت سے درخشاں نہ ہو گا حقیقت حال کے لحاظ سے اُس پر علم کا اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا۔ آپ خوب غور کیجئے کہ ملت میضار احمدیہ و شریعت غلامحمدیہ اس شاہراہ صراط مستقیم کا نام ہے کہ بادشاہ دو جہان مالک زمین و آسمان ہادی شاہراہ یقین رہنمائے سرکشندگان باویہ ظن و تخمین نے اپنی بیستہزار اولیا و علما و اتقیا کی فرج و لشکر کو اسی صاف اور سید و راستہ سے ملک یقین تک فاریز فرمایا ہے۔ اور ان نورانی قدم کے نشان ہنوز ناپید نہیں ہو چکے۔ اندھیری رات میں جیسے چلتے ہیں جیسے روز روشن میں آفتاب۔ اگر پیش روندگان کے قدم بقدم چلے جاؤ تو راہ میں

نہ کوئی فلسفی کھائی خندق سدا رہا ہو سکتا ہو۔ نہ شکوک کے کانٹے شہادت کے پتھر تمہاری  
 منزل کھوٹی کر سکتے ہیں۔ ہر پیچیدہ مقام ہر دورا ہر پر منزل مقصود کا ٹھیک پتہ دینے والا  
 نشانات قائم ملینگے۔ ہر منزل پر قوی پہرہ اور چوکی کا کافی انتظام ہو کیا مقدور  
 جو تمہارے نقد یا مانی پر کوئی ڈاکو کوئی رہزن بات ڈال سکے۔ اگر کوئی بادید گرد و الہوس  
 نے خیال کا آدمی یوں اغوا کرے کہ اسے میان تمنے ہی کہاں سنی سنائی بن بھی  
 باتوں پر وثوق کر لیا تم بھی کن تقلید پسند طبیعتوں کی باتوں میں آگے۔ اجمی اودھر تو اختلاف  
 و نزاع مذہبی کا گھپ اندھیرا چھایا ہوا ہے و عید شدید ماہنت وغیرہ کے مہیب اور  
 ڈراؤنے جنگل حایل ہیں۔ ترک محبت و محالست مذاہب مختلفہ کے بڑے بڑے عمیق غار  
 ملینگے۔ جی چاہی من مانی نعمتیں وہاں ملنا محال۔ راہ راست وہ ہرگز نہیں ہے جسکو تنے  
 مان لیا ہے۔ آو اہر آو۔ میر سے پیچھے ہو لو میں نکوان سب دقتوں سے بچائے  
 ہوئے ایک اور قریب راستہ سے کچھ تہی و یگانگت۔ اتحاد اتفاق قومی کو ٹھنڈے  
 ٹھنڈے سایہ میں ترقی و تمدن کی ہوا کھلاتا ہوا منزل مقصود تک پہنچا دوں گا  
 تو زہار زہار زہار زہار اسکی بات پر اعتماد نہ کرنا۔ وہ ہرگز تمہارا خیر خواہ و خیر طلب نہیں ہو سکتا  
 اگر خدا نخواستہ تم اس کے ساتھ ہو لئے تو جس قدر آگے بڑھو گے جہالت کا غبار بھیجھو  
 عن الحق کی ظلمت زیادہ بڑھتی جاوے گی۔ وہی تباہی و تاراج کیلئے پیچیدگیوں اور زیادہ  
 دشوار گزار ہو جاوے گی۔ اصل منزل مقصود تک پہنچا نیسے غرض کہ یہی سبز باغ دکھا کر  
 تمہارے دین ایمان کا خون کے بغیر اپنے ہلک چمگل سے صبح و سالم زندہ ٹکڑے چھوڑے گا  
 اسے میرے پیارے بھائیو ایسی ہی رہزن ایسے ہی لٹیرے ایسے ہی ڈاکو کو مبتلا  
 کہتے ہیں۔ اور خاص خاص مواقع پر نیچری۔ غیر مقلد۔ ندوی وغیرہ الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

خیر ڈاکو کہئے۔ لیٹر کہئے ٹھگ کہئے۔ چور کہئے۔ بتدع کہئے۔ کسی اور لقب سے یاد کیجئے  
یہی وہ گروہ ہے کہ بظاہر مسلمانوں کی خیر خواہی صلاح اہل اسلام کے مدعی اور دہلین  
اسلام و اہل اسلام کیساتھ غضب کی عداوت بھری ہوئی صورت دیکھئے توجہ پہنے عمامہ  
باندھے ہوئے۔ شہرت یہ کہ محدث مفسر بڑے بھاری مقرر۔ اُدب کے پایہ کے حقانی  
واعظ۔ ناظم دین بمقتی شرعیتین۔ ارشادات سُنئے تو یہ کہ حضرت سلامت وقت دیکھئے  
زمانہ کی ضرورت پر لحاظ کیجئے بقول شخصیکہ مرغی کی ایک ٹانگ۔ قدیمی جادہ سے سرک  
جانے میں کوئٹا گناہ عظیم ہے۔ لیکر کا فقیر بنے رہنے سے کیا حاصل۔ جنت  
دورنخ۔ حشر۔ نشر۔ عقاب ثواب۔ ملائوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ قطعیات مشہورہ کچھ بھی  
نہیں۔ مذہبی قیود کوئی ایسی چیز نہیں جسکے نہ ہونے پر کوئی تاسف ہو سکے۔ ہاں مذہبی  
قیود ضرور مانع ترقی اور صلاح قومی کی مغل ہیں سبکو کیساں خدا کا مقبول سمجھو سب کا گو گو کہ  
شریک آپسین بھائی ہیں۔ کوئی مذہب والا کیوں نہو خرا کے یہاں سب ایک قدر و منزلت  
کے ہیں الی غیر ذلک۔ اے معزز حضرات یوں تو یہ گروہ ہر جاہل مسلمان کا بدخوا  
اور مضرت کا خواہاں ہے مگر بالخصوص علماء و مشائخ ربانی کے ساتھ غیر محدود خصومت  
رکھتا ہے انکی ایذا رسانی انکی تحقیر کیلئے شورے کئے جاتے ہیں۔ حاصل انتظامی  
جلسوں میں طرق ایذا رسانی پر بحث ہوتی ہے۔ اگرچہ بمصدق من حفس ہیما  
لا خیرہ فقد وقع فیہ خود ہی خایب و خاسر ہوتے ہیں۔ ہزاروں کے مجمع میں  
خفت اٹھاتے ہیں۔ مگر پھر بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے۔

برادران من اگر آپ تھوڑا غور کریں تو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ بتدعین زمانہ کا  
علماء کرام و مشائخ عظام کے ساتھ خصومت رکھنا کوئی غیر متوقع خیال نہیں ہو سکتا کہ ان



یہ دو باتیں یکجا جمع ہو سکیں ہرگز نہیں۔ اگر مدافعت مبتدعین۔ ان قطع الطريق کا قرار دیتی  
 تمارک ضروری نہ ہوتا تو **حَمْدٌ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ** کی دیکھنے والے ہرگز ایسا نہ کر سکتے  
 تھے۔ جن مبارک اور خوش نصیب آنکھوں سے وہ آئینہ جمالِ احدیت دیکھا تھا اُن نورانی  
 آنکھوں میں جب تک اس کا رخیر کی پوری پوری وقعت و عظمت ثابت نہ ہوئی اس وقت تک  
 ہرگز ایسا نہیں کیا ہے۔ اور اُن ہی کی پیروی اُن کے بعد کے علماء ربانی نے فرمائی اور  
 انشاء اللہ فرماتے رہیں گے پس سمجھ لیجئے کہ جو علم کتابِ سنت کے موافق ہے یا اُسکا  
 ماخذ قرآن و حدیث ہے یا جس کے ذریعہ سے اسرار و مطالب قرآن و حدیث باسانی  
 سمجھ میں آسکیں وہی علم ہے باقی سب جہلِ مرکب۔

**حضرات** اگرچہ آپکا وقت میرے بیان میں بہت صرف ہوا مگر کام کی دوا ایک  
 باتیں اور سن لیجئے۔ قطع نظر شواہدِ نقلیہ کے جو بعد کو ذکر کئے جاویں گے برہانِ عقلی  
 کافی شہادت دیتا ہے کہ علم ایسی چیز ہے جس کے عمدہ اور بہتر ہونے میں کسی کو کام نہیں  
 ہو سکتا۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ دنیا ایسے کمزور اور نادان پائیدار مکان کا نام ہے جسکی خرابی  
 و بربادی میں کوئی گھڑی ساعت کی دیر ہے۔ دنیا عنقریب فنا ہو جائیوالی چیز کا نام ہے  
 دنیاوی بھلائی یا بُرائی پائیدار یا کارآمد چیز نہیں بنی پائی جاسکتی۔ نورانی و ماغ دنیاوی عملی  
 کو مصلی مقصود نہیں تصور کر سکتا اُسکا مقصود ذاتی اخروی سعادت ہے یا یون کہئے  
 کہ دربارِ قدرت کا تقرب۔ آپس میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اُس مقصود کے  
 وصال کا ذریعہ کیا ہے۔ بدایتہً اُلگو بھئی کہتا پڑیگا کہ بغیر علم کے دہان تک رسائی غیر متصور۔  
 اور نہ بغیر اس تو مسطہ کے دہان کیل کیچہ پر سٹش ہو سکے کہ بے علم نہ تو ان خدا را شستہ  
 پس جب سعادت ابدی اخروی سے زیادہ اور کوئی چیز عمدہ ثابت نہیں اور بغیر علم کے

رہنمائی کے سعادت عظمیٰ کا حصول ناممکن پس اس سعادت کی اصل یہی قرار پایا اور وہی  
 ایسی چیز ٹھہری جسکو سب اچھا کہتے ہیں۔ یا یوں کہئے کہ ہر شے کی فضیلت اُس کے  
 آثار و ثمرات پر غور کرنے سے بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے۔ اب ذرا علم کے دینی ثمرات  
 و نتائج اور دنیاوی فوائد و منافع پر ایک نظر ڈال جائیے۔ اگر دینی ثمرات کا لحاظ آپ  
 کرینگے تو اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ مٹی کا پتلا اور ملاءِ اعلیٰ پر فوق لیجا  
 اس سے زیادہ اور کونسی ترقی ہو سکتی ہے کہ بارگاہِ احدیت میں باریابی ہو گئی۔ دنیاوی  
 اعتبار سے دیکھئے کہ وہی دو بات وہی دو پایاؤں وہی دو آنکھیں مگر حسبِ طرف گزر ہوا  
 ہر شخص تعظیم و توقیر کیلئے مستعد ٹوٹی جوتیاں بھٹی ہوئی لنگی کیسا تھ ہزاروں جانین  
 ایسی گردیدہ ہیں کہ جہاں پسینہ گرے وہاں خون بہا دیں۔ گھر میں بوریا نہیں مگر بادشاہوں  
 پر احکام نافذ۔ اب ایک اجمالی نظر نقلی شواہد پر بھی ضرور ہے۔ آیات قرآنیہ احادیث  
 نبویہ۔ ارشادات صحابہ کرام وغیرہ اگرچہ بکثرت پیش نظر ہیں مگر وقت کے مناسبت  
 اس قدر کفایت کی جاوے گی جس کا مل سکین ہو سکے اور معزز ناظرین کی طبیعت پر گراں گزرو۔  
 قرآن مجید کی یہ آیت ملاحظہ ہو میرا فتح اللہ الذین آمنوا منکم وَالَّذِينَ آمَنُوا الْعِلْمُ  
 دَرَجَاتٍ فرقان حمید کی دوسری آیت دیکھئے قُلْ کَفَى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ  
 وَہُمْ عِنْدَہٗ عَلَمٌ الْکِتَاب۔ تیسری آیت بھی کلام پاک کی مسطورہ ہے وَلَقَدْ جَاءَہُمْ  
 بَکِتَابٌ فَضَلْنَاہُ عَلَی الْعِلْمِ۔ چوتھی آیت پر بھی نظر ڈالئے قُلْ ہَلْ یَسْتَوِی  
 الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ بِأَنۢ یَّخۡبُرَہُمۡ اٰیۃٌ کَرِیۡمَۃٌ مَّاۤیۡثَلِ  
 فَضۡلِہِمَا لِلنَّاسِ مَآیۡعِلۡمَہُمَا اَلَا الْعَالَمُوْنَ پھٹوین آیت معظمہ کو پڑھئے  
 شَہِدَ اللّٰہُ اَنۡہٗ لَا اِلَہَ اِلَّا ہُوَ اَلَا یَعۡلَمُ سۡمَیۡہٗ اَلَا یَعۡلَمُ قَآیۡمَہٗ اَلَا یَقۡسُطُ ۔

## فضائل ماہ شعبان المعظم

یہ مہینہ رزق کا گنجینہ برکت کا خزانہ ایمان کی حسان اسلام کی کان مقدسہ الحبش ماہ مبارک رمضان اسکے فضائل بے شمار ہیں انحصار و شمار الا برطبق ما لایدرک کلمہ لایترک کلمہ اندکے از بسیار و یکی از ہزار گویا مشتمل نمونہ از خرواریوں سمجھنا چاہو کہ اس ماہ مبارک کی خطب میں حضور پر نور سید الانبیاء والمرسلین خیر الاولین والآخرین اکرم الکائنات افضل المخلوقات حبیب العالمین شفیع العصاة یوم الدین علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات حضار در بار ہدایت آثار سے بر سر منبر مبارک بار بار بالکرار ارشاد فرماتے کہ نقوا ابدانکم بصوم شعبان لصیامہ رمضان الحدیث سواہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یعنی اپنے بدنوں کا تنقیہ کر لو اسے مسلمانوں روزہ ماہ شعبان سے واسطے ماہ مبارک رمضان کی جیسا ثابت ہو روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور خود بدولت بھی بنسبت دوسرے مہینوں کے اس ماہ مبارک میں کثرت صیام و قیام فرمائی بتقیہ میں تشریف لیا کر دعا و مغفرت سے اموات کو شاد کام کرتے۔ حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حضور اقدس سواہ مبارک شعبان میں بنسبت دیگر شہور کے کثرت سے روزہ رکھتے ہیں ارشاد ہوا اے اسامہ یہ مہینہ برکات کا خزانہ ہے ہر اکسین ملائکہ پیش کرتے ہیں اعمال شہانہ روزی بارگاہ رب العالمین میں ہر کو محبوب تر ہو یہ کہ بحال صیام ہمارے اعمال پیش ہوں اُس دربار میں الحدیث اور دوسرے روایت میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو کہ جو کوئی التزام کرے کچھ تین روزوں کا ماہ شعبان میں قیامت کے دن پروردگار عالم اپنے رحمت سے اُسکے قبر پر واسطہ سیواری کے ناقہ بے بہشت سے ایک ناقہ بھیجے گا۔ ترمذی شریف میں حضرت ام المؤمنین حب النساء عائشہ صدیقہ حمیرا رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ ایک شب یالی

ماہ شعبان سے میں حضورؐ کو بسترِ اطہر پر پایا۔ بیتاب ہو کر تلاش و طلب میں حجرِ مطہرہ سے باہر  
 آئے حضورؐ بقیع میں جلوہ فرماتے سرِ اقدس آسمان کی طرف اٹھا کر ہو کر چھو دیکھ کر ارشاد ہوا کیا ای  
 عایشہؓ تھو خیال گذر کہ خدا درِ رسولؐ تمہاری حق تلفی کو اور افرامین حاشا ایسا نہیں ہوا عایشہؓ  
 یہ شبِ لیلة البرات ہی زمین تجلی الہی نمود فرماتی ہو سماء دنیا یعنی فلکِ اول کو اور مغفرت نامتناہی متوجہ  
 ہوتی ہو بندگانِ خدا پر اور فرمانِ بخشش عطا ہوتا ہو اکثر عباد کو کہ زیادہ ہو شمار اُنکا ہو کلب کے  
 گلے سے بیٹھی وابنِ ماجہ شریف میں حضور اقدس امام الاولیاء شمسِ خدا مشکِ کاشا سیدنا علی رضی اللہ عنہ  
 وجہ سے مروی فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب میسر آوے پندرہویں شبِ شعبان کا  
 تو شبِ بیداری کرو اور اسکی صبح کو روزہ رکھو کہ اس شب میں بعدِ غروب تجلی الہی ظاہر ہوتی ہو عالم پر اور  
 ندا ہو عام کیجاتی ہو کہ اے طالبانِ مغفرت دورو کہ دروازہ مغفرت کا کھلا ہو اور اے خواستگانِ رزق  
 چلو کہ روزی کا درواہ ہو اور اے مبتلا ہائے محاصی اٹھو کہ وقتِ حفا گیا اور اے سالو ہو بچو کہ موسمِ انعام و عطا ہو  
 اور غروبِ آفتاب سے طلوعِ تک یہی دھوم دھام رہتی ہو حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
 جب ماہ شعبان جلوہ دکھاتا طاعتِ عبادت کی کثرت فرما تو دن بھر روز رکھو شب بھر نوافل ادا فرماتو  
 تلاوتِ قرآن مجید و صدقہ خیرات میں سرگرم رہو یا ہم فرماتو کہ اے مسلمانو عجیب قبیح خیراتِ میرات ہو خدا کریم  
 اپنی رحمت سے یہ وقت کہا یا ہر اموال کی زکوٰۃ نکالو صدقات کی تیل دیان کرو درِ رمضان مبارک آتا ہو ضعیف  
 امت کے نساکین بڑھت کی اعانت و تقویت کی کوشش کرو سرمایہ آخرت کا دُنیا کی نعمت فانی جانو  
 آخرت کی دولت ثانی میں حصہ لگاؤ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین مفسرینِ عظام متعلق آوے کریمہ و اما من خفت  
 مولائے اکملیہ ارشاد فرما ہین کہ جب کالہ حسنات وقت و دن اعمال ہلکا ہو گا حکم ہو گا کہ اے  
 غافلِ عاقل کیا عمر تجھ کو شبِ پانزدہم شعبان بھی میسر نہ آئی جو آج یہ نہ امت نہ اٹھاتا۔ اولیاءِ امت  
 علیہم الرحمۃ نے اس شب کے اعمالِ فضائل مسترشدین سے نہایت تاکید فرمائی کسی کم از کم سو عدد نوافل



ہر رکعت میں تین بار سورہ اخلاص کا حکم فرمایا ہے۔ کسی نے بعد اداۓ صلاۃ مغرب سورہ کہ یہ لیس شریفین کے تکرار کا بہ نیت طول عمر و دفع بلیات و استغفار ارشاد کیا ہو بالجملہ یہ رات دو غنیمت ہے واسطے استحصال حسنات و برکات کے یہی رات تو ہے جس کا نام ہے **شب برات** یعنی شب حصہ و قسمت بر طبق طاعت و عبادت لیلة البراءۃ یعنی شب آزادی عصاة و گرفتاران بلا و آفات لیلة العفو و الکریم یعنی شب معاصی و بخشش پروردگار غفار کائنات و لیلة الرحمة یعنی رحمت رحیم کی رات لیلة التوبۃ و الندم یعنی توبہ و ندامت کی رات وغیرہ وغیرہ۔

ماہ حرب و شعبان و رمضان یہ تینوں مہینے بطور مثال زمانہ تخمیری اعمال و وقت انجام و کمال موسم و فصل حصول منافع و مکاسب اشغال میں دیں۔ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا بِرِکَاتِ هَذِهِ الشُّهُورِ الْکَرِیْمَةِ وَاللَّیْلِ وَالْیَوْمِ بِحَاجَةِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ الْکَرَامِ وَحَرَمَةِ اَفْضَلِ الرُّسُلِ الْعَظَمَاءِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْن

## الرافعہ

حضرت مولانا مولوی محبت احمد عبدالرئول (صداۓ مجذ) مدرس سہرکاتیہ ماہر و شریف مکارم و کرامت علی

## شب المعظم

دنیا میں ایک خاص موسم ایک مہینہ وقت پر جس طرح میلے لگتے ہیں نمائش گاہیں قائم ہوتی ہیں اور ان ایام میں تجارت و دوکانداروں کے سوکے سواۓ ہو جانا معمولی بات ہے۔ یہ نسبت اور اوقات کے ان ایام میں تجارتی سامان کی قدر بہت کچھ زیادہ ہو جاتی ہے یوں ہی بلاشبہہ جمعہ والی و بارک عز شانہ و جلّ برہانہ نے اس امت مرحومہ کے واسطے چند موسم خیرات و برکات مہینے فرمادیئے ہیں کہ ان ایام تبرکہ میں تھوڑے سے عمل پر بہ نسبت اعمال دیگر

ایام کو المضاعف ثواب مرحمت ہوتا ہو۔ ایک اٹھائی سو پانچویں صدیق ہو میرے پیار بھائی  
مسلمانوں اُن ہی ایام مبارکہ اور موسم معینہ میں یہ شہرُ النبی سید الانس والجان  
ماہ شعبان ہو۔ احادیث مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمیۃ اسکے فضائل میں بکثرت  
داروین نہایت اختصار کیساتھ اندک واذب بیان روشنی نمونہ از خروار بیان کئے جاتے ہیں۔

صدیق اکبرؓ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ یون تو سید عالم صلی اللہ  
علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر اوقات روزہ بھی رکھتے تھے۔ افطار بھی فرماتے تھے۔ کبھی یکے  
بعد از دیگرے۔ پے درپے اتنے روزی رکھتے کہ ہکو یہ خیال ہوتا کہ اب مہینہ بھر شایدا افطار  
نہ فرما دیں۔ کبھی اس قدر افطار فرماتے کہ ہم یہ سمجھتے کہ اس مہینہ میں کوئی روزہ نہ رکھا جاوے گا۔ پورے  
مہینے کے روزے بجز ماہ مبارک رمضان کے اور کسی مہینہ میں رکھیں یہ معمول شریف نہ تھا لیکن  
اس شعبان میں سب مہینوں سے زیادہ صائم رہتے کان احب صیامہ فی شعبان  
یعنی بعد رمضان المبارک کے سب روزوں سے زیادہ پیارے شعبان کے روزی تھے۔  
حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کثرت صیام ماہ شعبان کا باعث استفسار کیا ارشاد  
مقدس ہوا کہ وہ مبارک مہینہ ہے کہ دسویں سال بھر کیلئے عالم برزخ کے مسافروں کا  
دفتر تیار ہوتا ہے جو اُس سال میں مرنیوالے ہیں انکا نام لکھ لیا جاتا ہو لہذا ہکو زیادہ مرغوب  
اور پسندیدہ امر ہو کہ ہمارا نام روزہ کی حالت میں تحریر کیا جاوے۔ حضرت سیدنا انس  
رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار ہوا کہ روزوں میں  
کون سے روزے افضل ہیں ارشاد ہوا کہ شعبان کے روزے جو رمضان کی تعظیم اور استقبال  
کیلئے رکھے جائیں۔ نیز اُن ہی سے مروی ہے کہ شعبان کا نام اسلئے رکھا گیا کہ اسی میں رمضان  
کیلئے بے انتہا بڑھتی پیشانی پھیلا دی جاتی ہیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

روایت ہے کہ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا شعبان شہر ہی یعنی شعبان ہمارا مہینہ ہے۔

سراج شہر اللہ حب اللہ کا مہینہ ہے رمضان شہر اللہ تعالیٰ رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ شعبان مکلفہ نوب ہے۔ رمضان مٹھا یعنی ساری برائیوں کا پاک کرنے والا ایک روایت میں وارد ہے کہ شعبان دو مقدس اور معظم مہینوں کے بیچ میں ایک مبارک مہینہ ہے۔ اور لوگ اسکی رفعت و مرتبت اسکی شان و عظمت کو بھولے بیٹھے ہیں۔

ہاں انس مبارک مہینوں کی پیشان ہو کہ اسی میں بندوں کے اچھے برے کام دربار حضرت رب العزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مسلمان بھائیو یہی تو وہ مبارک مہینہ ہے جسکی نسبت حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحاب کرام شعبان کا چاند دیکھتے ہی

قرآن پڑھ جھک پڑتے یعنی اس ماہ مبارک میں تلاوت قرآن شریف میں اکثر اوقات صرف کرتے تھے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں مالدار مسلمان زکوٰۃ نکال کر فقاہرین کو بانٹ دیتے تھے کہ غریبوں کو روزہ رکھنے میں وقت نہ پڑے۔ حکام و فوجداری قیدیوں کے دفتر منگواتے نہایت غور و تفتیش

فرماتے۔ حد کے سزاوار پر حد شرعی جاری کرتے در نہ رہائی کا حکم سناتے۔ ہاں یہی وہ مبارک

مہینہ ہے کہ اسکو دربار حضرت رسالت خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص علاقہ

ہے۔ ہاں اے فدایانِ روئے احمدی۔ اے گدایان کو کوٹھڑی یہ نسبت تمہارے لئے کافی

ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس مہینہ میں صلوٰۃ و سلام کی کثرت کرو۔ دُعا پر انوار میں نہایت

خشوع و خضوع کمال ادب اور خضوع قلب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھو الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ۔ ہاں جان لگا کر

کوشش کرو کہ حضور اقدس اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر کیساتھ ایک خاص علاقہ حاصل

پہنچائی۔ تم یقین رکھو کہ آنحضرت اپنے ہر امتی کو بقدر اس کے صلوٰۃ و سلام عرض کر نیکی بخانا اور پچا ہر

روئے کے پیام و سلام سے اور ارتباطِ دُہرے یہ یک ہو سکتا ہو۔ ہاں صلوٰۃ و سلام سے بڑھ کر اور کوئی چیز محبت بڑھانے والی اور آنحضرتؐ سے انس اور خاص تعلق پیدا کرنے والی نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہی وہ ماہ مبارک ہے جسکی عظمت شان یوں بڑھائی گئی کہ عرشِ اعظم کے نیچے ایک دریا رنور جاری ہو جب حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے اسکو پیدا کیا اُسکے ساتھ ہی ایک فرشتہ اسقدر عظیم الجثہ اور عالی قدر مخلوق فرمایا کہ اگر وہ اپنے بازو پھیلائے تو مشرقِ مغرب ڈھلک جا۔ جو ہندہ ماہ شعبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اُس فرشتہ کو حکم الہی پہنچتا ہے کہ اُس آبِ حیات و ماہِ برکت و رحمت میں غوطہ لگاے۔ غوطہ مار کر جب وہ فرشتہ باہر آتا ہے اپنے بھیگے ہوئے پردن کو جھاڑتا ہے ہر سرسُور سے ہزاروں قطرے ٹپکتے ہیں ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے اور اُس درود خوان کیلئے طلبِ مغفرت کرتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے کہ جو شخص بخلِ خلوص اُسکی تعظیم کرے۔ اللہ سے ڈرنے اعمالِ صالحہ بجالا۔ مہنیا سے بچے خدا تعالیٰ اُسکی مغفرت فرماتا ہے۔ اُس سال میں جتنے امرائے فتن ہوں سب سے امان میں رہے۔

## شبِ برات

یہ وہی مبارک مہینہ ہے جس میں ایک خاص رات ودیعت رکھی گئی ہے قال اللہ تعالیٰ وَتَبَارَكَ حَمْدُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ اِنَّا الْوَكْلَانِ فِي لَيْلَةِ مُبَارَاكَةٍ۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ شبِ مبارک شبِ برات ہے۔ حضرت جناب مولانا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اس شب میں رب جل و علا آسمان دنیا پر جلوہٴ نزول رحمت فرماتا ہے مسلمانوں کے لئے رحمت کا دروازہ کشا دے فرمادیتا ہے۔ البتہ قاطعِ رحم اور کسبِ کرمیوالی

عورت اور مشاحن یعنی بغیر کسی شرعی وجہ کے مسلمانوں سے عداوت رکھنے والا اس حدیث سے محروم رہتا ہے۔ ہاں یہی وہ رات ہے جسکی کیفیت حضرت جناب صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ اسی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری چادر میں سے اس طرح سے غلطی ہو گئے کہ مجھ کو ذرا خبر نہ ہوئی میں اپنے پاس آنحضرت کو نہ پا کر نہایت پریشان ہوئی اور مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ مبادا آنحضرت شاید دوسرے ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے۔ اس خیال نے مجھ کو چکانہ بیٹھنے دیا حجر میں چاروں طرف دھونڈھنے لگی کہ حضرت کے پاسے مبارک پر میرا ہاتھ پہنچا آپ سجدہ میں تھے اور یہ دعا درو زبان تھی سجد لٹ سوادہی و خیاالی و امن بک فواہی ابوعکب بالنعم واعترف لک بالذنب ظلمت نفسی فاغفر لی انک لا یغفر الذنوب الا انت اعوذ بعفوک من عقوبتک واعوذ برحمتک من نعمتک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اشیت علی نفسک۔ تمام شب آنحضرت نماز میں مشغول رہے تھے کہ قدم مبارک پر درمسا گیا۔ صبح کو میں قدم مبارک دباتی جاتی اور کہتی تھی کہ اے اللہ کے محبوب تم اتنی محنت۔ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہو کیا آپ کے یہ یہ مراتب علیہ نہیں ہیں۔ ارشاد فرمایا افلا اکون عبد اسکونما کہ ہاں میرے پروردگار نے ضرور مجھ کو وہ درجات عالیہ رحمت فرمائے جو کسی کو نہ ملے پھر کیا ان نعمتوں کا شکریہ نہ ادا کروں۔ اے عایشہ تم جانتی ہو کہ اس شب میں کیا کیا نازل ہوا۔ میں نے عرض کی کہ آپ ہی ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہوا سال بھر کا حال کر دیا گیا جتنی پیدائشیں اور فوتیاں ہوئی سب لکھ گئی۔ اعمال عباد کی پیشی ہوئی۔ دوسری روایت میں وارد ہے کہ حضرت

دریافت فرمایا اسے عایشہ یہ کون رات ہو حضرت بی بی صاحبہ نے فرمایا اللہ و رسولہ علم  
ارشاد مقدس ہوا یہ وہ با عظمت رات ہے جس میں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو آزاد کرتا ہے جتنے  
قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ اسے عایشہ اگر تم اجازت دو تو میں عبادت کروں  
حضرت بی بی صاحبہ نے عرض کی کہ جو مرضی مبارک ہو۔ اسکے بعد آنحضرت عبادت الہی  
میں مشغول ہو گئے اور صبح فرمادی اور اتنا بڑا سجدہ فرمایا کہ مجھ کو گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے  
اپنے پیارے محبوب کو اپنے پاس بلالیا۔ میں بہت بیتابی کے ساتھ حضور کے قریب آئی  
اور پائے مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا اور اس کو حرکت میں پا کر میری جان میں جان آئی۔ ہاں  
یہی وہ رات ہے کہ آیہ کریمہ فیہا یفرق کل امرحکیمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی  
فرماتے ہیں کہ یہ آیت ناسی شب کے بیان میں ہے وہ رات ہو کہ سورہ راحمت جس شب میں مفتوح کر دیو جائے  
بعض علما کا ارشاد ہو کہ جس طرح مسلمانوں میں عید کے دو دن مقرر ہیں ۱۵ عید فطر ۱۵  
عید اضحیٰ۔ اسی طرح فرشتوں کے لئے بھی دو راتیں عید کی مقرر ہیں ۱۵ برات ۱۵ قدر۔ چونکہ  
انسان کے لئے خواب لازمی ہے اور فرشتے سوتے سے بری ہیں اس لئے ہمارے  
لئے دن مقرر ہوئے اور فرشتوں کے لئے راتیں۔

شب برات کے ظہور اور شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت ہے کہ اگر شب قدر عام طور پر ظاہر  
کر دی جاتی۔ اس کا پورا پورا مرتبہ بتعین وقت بیان کر دیا جاتا تو بندے اُس پر تکبر کر لیتے کہ وہ  
لیلۃ المغفرۃ اور لیلۃ الرحمة ہے۔ شب برات میں شان جلالی کا ظہور ہے۔  
کہ اس میں سب باتوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے جس سے دلوں میں وہشت اور سیبت پیدا ہونا چاہیے  
کہ خدا معلوم دیکھئے ہمارے حق میں کیا حکم ہوتا ہے۔

زمانہ سلف صالحین و قد ماتا بعین سے اس شب کے احیاء کا دستور ہے چند احادیث بھی

اس بارہ میں وارد ہیں۔ ائمہ کرام و صوفیہ عظام کی تصنیفات کے ملاحظہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس شب میں اکابر کا معمول سو رکعت کا تھا ہر رکعت میں دس بار سورہ اخلاص پڑھتے تھے ایک روایت میں وارد ہے کہ شخص شب عیدین و شب برائہ کو بیدار رہے اس کا دل پھر نہ مرے زندہ دل ہو جا چنانچہ اس کی تصریح کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین مصنفہ حضرت غوث الثقلین قطب الکونین سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ و احیاء العلوم مولفہ حضرت امام حجتہ الاسلام امام غزالی و دیگر ائمہ کرام و علماء عظام کی تالیفات میں موجود ہے۔ تنبیہ محققین و محدثین کا اتفاق ہے کہ فضایل اعمال میں روایات ضعات بھی مقبول ہیں اور ان پر عمل سخت۔ وہ ہرگز قابل رد نہیں قرار پاسکتی ہیں۔ علماء حدیث اگرچہ بطور قیود و شرایط علم اسماء الرجال کے ان روایات کے روایت میں جرح کرتے ہیں۔ لکن وضع و منکر وغیرہ بتاتے ہیں۔ لیکن وہ خود یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ فضایل اعمال میں ان سے استناد درست۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ سند کے نہ ملنے۔ روات کا حال نہ معلوم ہونے سے ان پر جرم حکم بوضع کا نہیں ہو سکتا۔

**فائدہ جلیلہ** بعض علماء جو اس شب کے احیاء کا انکار منقول ہے اس انکار کا منشا سمجھ لینا ضرور ہے کہ انھوں نے کس بنا پر انکار فرمایا۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض بلاد میں یہ معمول تھا کہ اس شب میں نوافل کی جماعت بہ تداعی قائم کی جاتی تھی جس میں اجتماع امار و تسوان و انواع سکرات کا ہوتا تھا علماء کرام نے اس کی ممانعت فرمائی جو در نہ نفس شب بیداری میں عبادت الہی میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ زمانہ موجودہ علماء المسلمین جو اتباع سنت کی آرٹین تحریب دین و مذہب کے درپے ہیں وہ تو ضرور ہی ایسے اعمال صالحہ کو بدعت سیئہ بلکہ کفر و شرک ہی ٹھہرا دیں گے کہ عبادت نہ کر نیکی لے نفس کو ذرا سا بہانہ ملنا چاہئے۔

لیکن شیخ کریم داد لیا عظام مبتدع قرار دینا اور معمولات مستحبہ مشایخ عظام کریم کو بدعت  
سیئہ ٹھہرانیکا مزہ بہت جلد ملجاویگا وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب  
ینقلبون قیامت قریب ہے اپنے کردار کی سزا قرار واقعی پالینگے۔ سچے مسلمانوں  
کو لازم ہے کہ ان شیطاٹین انسیہ کے وسوسہ پر لاجل بھیجکر اس شب میں جہان تک  
ہو سکے اللہ کی یاد کرے۔ نہایت شوق و ذوق حضور و سرور کے ساتھ خدا کے رسول صلی اللہ  
علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجکر اپنی عاقبت بنائے۔ جہلا کی رسوم کوئی چیز نہیں انہی احترام  
لازم رکھے تمام منہیات شرعیہ سے بچے۔ بلا و ہندوستان میں جو آتش بازی کا رواج ہے  
اور وہ کیوت سے کیون نہ ہو محض ممنوع خیال تو کیجئے کہ اس بہودہ حرکت ناشایستہ  
امر سے بچ کر تصبیح مال اور اسراف کے کیا حاصل۔ زرا ہو و لعب اور پھر یہ امر ممنوع خاص  
اُس رات میں جس کا موضوع کہ اصلی خوف و دہشت عبادت و ریاضت ہو بقول شخصہ  
کہ کر لیا اور نسیب چڑھا نعوذ باللہ من وساوس الشیاطین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شمسہ رمضان الذی انزل فیہ القرآن

حضرات یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں کلام الہی نازل ہوا۔ خداے تعالیٰ کے وسیع  
فضل نے تمام عالم کو منفرد فرمایا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ جو برکات و کمالات اس با شرف اور بڑی عزت  
والے مہینہ کو عطا ہوئے دوسرے مہینوں کو وہ نہیں ملے۔ کتب احادیث وغیرہ پر نظر ڈالو  
تو خاص اس بارہ میں کافی سرمایہ موجود ملتا ہے۔ لیکن ہم نہایت اختصار کیساتھ چند آثار و  
احادیث اپنے معزز ناظرین تحفہ حنفیہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔



حضرات اہل اسلام یہ وہ مبارک مہینہ ہے جسکی ثناء و صفت صحیحین سے  
یوں ثابت ہے کہ جب رمضان آتا ہے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں  
دو درجہ کے دروازوں پر قفل لگا دیا جاتا ہے۔ ہاں یہ وہ مہینہ ہے کہ شیاطین نے خبر نہیں  
بکھڑے جاتے ہیں۔ جناب قاسم نادر نعیم علیہ الصلوٰۃ کا ارشاد مقدس ہے کہ جنت کے  
آٹھ دروازے ہیں۔ پہلے انکے ایک دروازہ کا نام **رِیَّان** ہے وہ دروازہ صرف  
روزہ داروں کا رہنمائی ہے اور کوئی اُس دروازہ سے داخل نہ ہوگا علما اکرام فرماتے ہیں  
کہ **رِیَّان** کے معنی سیراب ہونا ہے جو دہان پہنچے گا مہربان حشر کی تشنگی کا فوراً ہوا  
اور طبیعت مسرور۔ ہاں اسی مہینہ کی شان میں کہا گیا کہ **جَوْ خَلَّ الصَّامُ لَوْ جَدَّ اللہُ نَبَاتًا**  
خوشی اور سچی محبت سے رمضان کے روزے رکھے حتیٰ تعالیٰ اپنی وسیع رحمت سے  
اُسکے پچھلے گناہ معاف فرما دیگا۔ ہاں یہی وہ مہینہ ہے کہ جو شخص اُسکی راتوں کو قائم کرے  
یعنی نماز تراویح پڑھے خدا کی یاد کرے اُسکے ماتقدم گناہ بخش دیئے جائیں۔  
ہاں تمام نبی آدم کے عوض میں کم سے کم دس گناہ اور زیادہ تہات سو گئے تنک حسب  
نیات ثواب ملتا ہے مگر روزہ کی وہ نرالی شان ہے کہ حضرت رب العزت عم نوالہ  
فرماتا ہے **انہ لی یعنی روزہ خاص میرے لئے ہے اُسکی جزا وہ دون گناہوں کے**  
**وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔** ہاں ہاں اسکا انعام خاص مجھ سے تعلق رکھتا ہے۔ ملائکہ  
مقربین کو بھی اُسین کوئی دخل نہ ہوگا۔ ہاں روزہ دار کے مونہ سے جو بول نکلتی ہے اللہ کے  
نزدیک وہ مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ ہاں روزہ وہ قوی سپر ہے  
جسپر شیطان اور نفس کے زبردست حملہ ذرا کا گر نہیں ہو سکتے۔ ہاں روزہ کی یہ زیروست  
قوت ہے کہ ہر روز قیامت دونوں بھی روزہ دار کا بال نہ بیکا کر سکیگی۔ ہاں یہ وہ مہینہ ہے کہ

اسکی چاند رات کو ہاتھ غیبی پکارتا ہے یا کاشی الخیر اقبال اے رحمت الہی کے  
 متلاشیو چلو دوڑو۔ ہاں یہی وہ مہینہ ہے کہ بروز قیامت یہ مہینہ اور قرآن و دنوں  
 شفاعت کریں گے۔ رمضان کہیگا اے میرے پروردگار میری خاطر سے بندہ نے  
 کہا نا پینا ترک کر دیا۔ نفسانی خواہشوں سے دور ہا آج میں اُسکے کام نہ آؤں یہ  
 مروت سے ہمید ہے اس بندہ کو بخشدے۔ میری شفاعت اس کے حق میں  
 قبول فرما۔ قرآن شریف فرما دینگے باخدا یا اس بندہ نے میری خاطر سے تمام  
 رات جاگتے جاگتے صبح کر دی تھ اسکو اسکا نعم البدل عطا فرما ارشاد باری ہو گا کہ تمہاری  
 سفارش منظور ہونے لگی بخشد یا۔ ہاں یہی وہ مہینہ ہے جس کے مناقب جلیلہ حضرت  
 سیدنا انس رضی اللہ عنہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ رمضان سے ایک روز  
 پیشتر جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں بیان فرمایا اے مسلمانو  
 ہوشیار ہو جاؤ اب وہ مبارک مہینہ تمہارے سروں پر جلوہ افگن ہوتا ہے جس کو  
 علو مرتب و رفعت قدر کا انداز کر لینا کوئی انسان امر نہیں ہے وہ بڑا مبارک اور  
 عظیم القدر مہینہ ہے۔ آسمین ایک ایسی رات ہے جسکی برابری ہزار مہینے نہیں کر سکتے  
 اُس مہینے کے روزے حق تعالیٰ نے تمہارے فرض فرمائے ہیں اور رات کا قیام یہی  
 تراویح سنت۔ اُس مبارک مہینہ میں ایک نفل کا ثواب اور مہینوں کے فرض کے  
 ثواب کے برابر ہے۔ اور فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے عشر فرضوں کے  
 ثواب کے برابر۔ ہاں یہی تو شہما الصبر ہے۔ بھائی مسلمانو صبر کا بدلہ جانتے ہو  
 کیا ہے۔ ہاں جنت ہے۔ ہاں یہی مہینہ شہما الموائسۃ ہے۔ آمین مسلمانو کو  
 خداداد قدرت سے رزق پہنچتا ہے۔ اس مہینہ میں فقیرون سکینون پر احسان کرو۔

ہاں یہ ہینہ دی تو ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غریب روزہ دار کا روزہ کھلوائے اس کے  
 گناہوں پر قلم بھیر دیا جائے دوزخ سے آزادی ملے اور پھر یہ وسیع رحمت کہ روزہ دار کے  
 روزہ کے ثواب میں کچھ کمی ہو جائے کبھی نہ ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم بات تو بڑے کام کی اور نہایت ہی مفید ہے مگر شخص کو اتنا کہاں  
 مقدور ہے کہ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ ارشاد ہوا رحمت الہی وسیع ہے کوئی کبھی محروم  
 نہیں رہ سکتا اگر زیادہ توفیق نہیں تو ایک چلو دو دھریک خرما۔ ایک گھونٹ پانی سے  
 روزہ کھلاؤ دو کہ یہی کافی ہے۔ ہاں یہ وہ ہینہ ہے جسکا اول رحمت۔ درمیان مغفرت  
 اخیر اسکا عتق من النار ہے۔ ہاں یہی وہ زیب و زینت والا ہینہ ہے جسکی صفت  
 حضرت ابن عمرؓ سے یہ منقول ہے کہ ایک سال سے دوسرے سال تک رمضان  
 کے انتظار میں جنت کی آرزوستگی کا انتظام کیا جاتا ہے طرح طرح سے بناؤ سنگھا  
 ہوتا ہے جب پہلی تاریخ رمضان کی آتی ہر عرش الہی کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے  
 اور اشجار جنت کے پتوں کی حرکت سے ایک عجیب دلکش اور موزون آواز سنائی دیتی  
 ہے جسکو سنکر حورین بن ٹھنک جنت کی کھڑکیوں میں آ بیٹھتی ہیں اور کہتی ہیں کوئی ہمارا  
 خواستگار ہمارا چاہنے والا ہے تو ہمارے مالک حضرت رب العزت سے ہمارے وصال  
 کی درخواست کرے۔ پھر رضوان سے پوچھتی ہیں کہ آج یہ کیا انتظام ہے یہ رونق یہ زینت  
 آجکی رات کسے ہے رضوان جواب دیتا ہے کہ تمکو خبر نہیں کہ رمضان المبارک کی آج  
 پہلی رات ہے صابین امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحمیۃ کیلئے جنت کے  
 دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ ہاں یہی وہ ہینہ ہے جسکا حال حضرت سینا ابو  
 مسعود غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا

آنحضرت نے ارشاد فرمایا لو یعلم العباد ما فی شہر رمضان لتمتی العباد  
ان یکون شہر رمضان سنة یعنی اگر میری امت کو رمضان کی فضیلتیں  
کما فیہ معلوم ہو جائیں تو وہ یہ آرزو کریں کہ کاش سارا برس رمضان ہوتا۔

یہ بھی جان لینا چاہئے کہ رمضان رمضان سے مشتق ہے بمعنی حر یعنی رمضان گناہوں کو  
جلا دالتا ہو یا رمضان بمعنی اُس باران کی جو فصل خریفین میں آوی یعنی سب گناہوں کو صحر پاک صاف کر دیتا ہو

## شب قدر

حضرت یہی وہ مبارک اور سعید مہینہ ہے جس میں لیلۃ القدر جیسی با شرف اور  
با قدرات کی سرفرازی ہوئی۔ مسلمان بھائی و خیاں تو کر کہ تمہارا غمخوار تمہارا شیخ  
تمہارا نبی تمہارے ساتھ کس درجہ ہر بان ہے ایک دفعہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے خیال گزرا  
کہ دیکھ چاہئے کتنی تعامری امت کے ساتھ کیا معاملہ فرماوے۔ خاطر مبارک  
کا ذرا منہم ہونا تھا کہ وحی پہنچی۔ اے میرے پیارے امت کے بارہ مین یہ فکر  
یہ غم کیوں ہے یقین رکھو کہ تمہاری امت کو وہ مراتب علیہ دینے جاوینگے جو انبیاء و  
کو مرحمت ہوئے ہیں ملائکہ عظام اُنکے پاس آتے تھے سلام بجا لاتے تھے اس طرح  
تمہاری امت کے پاس بھی شب قدر میں ملائکہ کو بھیجوں گا۔ ہاں یہی وہ رات ہے  
کہ اس شب میں حضرت جبریل امین کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ جبریل امین ملائکہ مقربین  
کا جگہ اپنے ساتھ لیکر نہایت تزک اور احتشام کیساتھ زمین پر آتے ہیں اور وقف کرتے  
قبر مبارک حضرت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و التسلیم مسجد بیت المقدس۔ مسجد طوبیہ  
پر ایک ایک نشان نصب کرتے ہیں اس اختتام کے بعد حضرت جبریل تمام کو حکم دیتے ہیں  
کہ اب اپنے اپنے کام پر مستعد ہو جاؤ شہر یا جنگل۔ دریا یا پہاڑ جہاں بھی ایک مسلمان ہو گا

وہاں فرشتے پہنچ کر سلام کرتے ہیں اور صبح تک تقدیس میں تھیل میں مشغول رہتے ہیں۔ امت  
 محمدیہ کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔ البتہ جس گھر میں کتنا یا شراب یا تصویر ہو وہاں فرشتے  
 داخل نہیں ہوتے صبح ہونے پر سلام و داعی کہہ کر رخصت ہوتے ہیں۔ ملائکہ آسمان استفسار  
 کرتے ہیں کہ کہاں سے آتے ہو کہاں گئے تھے حضرت جبریل جواب دیتے ہیں کیا تمکو  
 معلوم نہیں کہ آج شب قدر تھی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے پاس ہم بھیجے گئے تھے۔  
 ملائکہ پھر سوال کرتے ہیں کہ خیر تو فرمائیے کہ خدا تعالیٰ نے امت مرحومہ کیسا آج کیا  
 برتاؤ کیا۔ حضرت روح القدس جواب دیتے ہیں نظر الیہم فحق لہم ان حضرت رب العزت  
 نے اپنے محبوب کی امت کو نظر شفقت و رحمت سے ملاحظہ فرما کر بخش دیا اس جواب کو سنا کر  
 تمام ملائکہ علیٰ مین خوشی کے شادیاں بنے بچنے لگتے ہیں دھوین مچ جاتی ہیں تسبیح و تحلیل کے  
 شور سے کان پری آواز نہیں سنائی دیتی۔ اس تہنیت و مبارکبادی کا شور سنا کر عرش  
 الہی بھی خوشی کے مارے تسبیح و تحلیل کا ڈنکا بجاتا ہو خطاب ہوتا ہو یا عرش الہی فرحت  
 صوت نکٹ اے عرش مجید یہ خوشی کیسی ہے اور کیوں شور مچا رہا ہے۔ عرش الہی  
 جواب دیتے ہیں کہ بارخدا یا خوشی کیسے نکرون آج تو نے صالحین امت محمدیہ کی مغفرت فرمائی  
 اور گناہگاروں کے حق میں اچھوٹی شفاعت قبول کر لی حضور غوث الثقلین قطب الکونین  
 سیدنا الشیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ وارضاه عنہا فرماتے ہیں  
 کہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام ہر مسلمان کو سلام کہہ کر اُس سے مصافحہ کرتے ہیں اور  
 مصافحہ جبریل کی علامت یہ ہے کہ مسلمان کا بدن کانپ جائے کہ ہوتا آنسو جاری ہو جائے دل ہلے لگے۔  
 اس با عظمت رفعت رات کی تعین میں محدثین کرام و مفسرین عظام کے اقوال مختلفہ  
 پائے جاتے ہیں۔ مثل مشہور ہی جو بندہ یا بندہ بہتر ہے کہ اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں

اس نعمت عظمیٰ کے حصول کی کوشش کرنا چاہئے مگر محققین کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس کا نصیب یاوری کرے یہ دولت جسکو میسر ہو اسکو مناسب ہی ہے کہ ظاہر نہ کرے کہ تانہ پھرے

### احکام صوم

رمضان المبارک کے چاند کی رویت صرف ایک شخص کی شہادت پر معتبر ہے بشرطیکہ دیکھنے والا عادل اور کم سے کم مستور الحال ہو۔ اور عید کیلئے دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ضرور ہین۔ مگر اُسی وقت ہے کہ بادل محیط ہو ورنہ اگر مطلع صاف ہے تو حجم غفیر درکار کہ شہر کے بہت آدمی ہر طرف ہر محلہ میں دیکھیں۔ حدیث صحیح میں ارادہ رکھتے ہوئے  
 حتیٰ ترا والھلال ولا تفسوا حتیٰ ترؤک فان غم علیکم فاقلوا واللہ  
 تلثین۔ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کو اگر رمضان کی انتیس کو بادل کے سبب چاند نظر نہ آوے تو پورے تیس روزے رکھو حضرات چاند کا دار و مدار شریعت مطہرہ میں رویت پر رکھا گیا ہے نہ محض حساب پر روزہ کا افطار و عدم افطار جائز نہیں ہاں ہاں جنتی اس بارہ میں بالکل غیر معتبر ارشاد مقدس ہو بخن تمھارا میتہ کا نکتہ  
 فلا تحسب الشهر هلكا وهلكا وعقد الا بهما في الثالثه  
 شم قال الشهر هلكا وهلكا وهلكا یعنی تمام التلثین یعنی یہ امت مرحومہ امیتہ ہوا اسکو ستاروں کے حساب سے کوئی تعلق نہیں۔ چاند کبھی تیس کا ہوتا ہوا کبھی اسی کا پس چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ جنکے دلوں میں احکام شرعی کی بی وقعتی نہیں پیدا ہو گئی ہو وہ بخوبی سمجھتے ہین کہ تار کا ذریعہ محض بے اعتبار شے ہو خطوط کی خبریں بالکل غیر مفید اور بیکار۔ البتہ کتاب القاضی الی القاضی کا ضرور اعتبار ہو مگر وہ یہاں مفقود معدوم۔  
 محسوس کا کہنا سنت مصطفویہ ہے امین بھی بہت بڑی برکت و دیت رکھ گئی ہے۔

فصل مابین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السمحہ یعنی اہل کتاب اور اہل اسلام کے روزوں میں مابہ الامتیاز سحری ہے۔ سحوس اُس کھانیکو کہتے ہیں جو رات کے آخری چھٹے حصہ میں کھایا جائے۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ سحرین تاخیر اور افطار میں تعجیل مستحب ہے کالین ال الناس نخج صا عجلا الفطر یعنی مسلمانوں میں سے خیر و برکت اُس وقت تک نہ اٹھیں گی جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ ہاں بادل کے دن انتظار و تاخیر کرنا چاہئے۔

اگر روزہ دار نے عمار روزہ میں کچھ کھالیا یا پانی وغیرہ پی لیا یا صحبت کر لی تو اُس پر روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ اگر کھلی کرنے میں غلطی سے پانی نیچے اُتر گیا یا ناک کی راہ یا کان کی طرف سے پانی اوپر کو چڑھ گیا یا کنکڑی نکل لی۔ یا قصداً مونہ بھر کے قے کر دی۔ یا سحری ایسے وقت کھائی کہ صبح صادق طلوع ہو چکی تھی اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ ابھی رات ہے۔ یا غروب آفتاب کے خیال سے افطار کر لیا اور ہنوز آفتاب موجود تھا ان سب صورتوں میں فقط قضا لازم آدگی کفارہ نہ آویگا۔ اور اگر بھول کر کچھ کھاپی لیا۔ خواہ تھوڑا سا یا پیٹ بھر کر۔ یا صحبت کی۔ یا بلا اختیار دھوان یا غبار مونہ میں چلا گیا تو روزہ باقی رہیگا۔ روزہ میں سرمہ لگانا مسواک کرنا مباح ہے۔ سالن کا مرہ چکھنا اور وہ بھی اس طرح پر کہ حلق تک اُسکا اثر نہ پہنچے مگر وہ ہے۔ اگر بچہ بھونک مارے بیقرار ہے اور بغیر اس کے کہ چبا کر اُسکو نہ دیا جاوے نہیں کھا سکتا تو اُس کے لئے چبانا مکروہ نہیں ہے۔ شیخ فانی جو روزہ نہ رکھے سکے وہ ہر دن ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ حاملہ عورت۔ دودھ پلانے والی۔ مریض یہ سب روزہ افطار کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ روزہ رکھنے سے یا خود اُسکو تکلیف زیادہ ہو یا بچہ کے ضرر کا خوف ہو یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ علیٰ ہذا القیاس

مدت سفر کا مسافر بھی افطار کر سکتا ہے مگر ان سب خصوصیات پر ملاحظہ فرمائیے۔ مسافر پر قضا لازم ہوگی۔

## آداب صوم

جہونٹ نہ بولے کیسی غیبت ذکر سے یہود و فحش باتیں زبان سے نہ نکالے۔ خلاف شرع انگلیاں اٹھا کر نہ دیکھے۔ جس جلسہ میں غیبت یا کذب یا یہودہ گوئی ہرزہ سرائی ہو وہاں نہ بیٹھے کہ ان امور کے بعد روزہ رکھنا اور ترکھنا یکساں ہو جاتا ہے۔ ارشاد مقدس ہے :-  
 کم من صایم لیس للہ من صومہ الا الجوع والعطش یعنی  
 بہت سے روزہ داروں کو روزہ رکھنے سے بجز بھونک اور پیاس کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے خمس یفطران الصایم الکذب  
 والغیبة والنمیمۃ والیمین الکاذبۃ والنظر بشہوۃ۔ یعنی یا پنج روزہ  
 دار ایسے ہیں جن کا روزہ افطار کے حکم میں ہے لہ دروغ گوئی، پیٹھ پیچھے کیسی برائیوں  
 کرنیوالا، چغلی کرنیوالا، جھوٹی قسم کہانیوالا، شہوت کی نظر سے غیر عورت کو  
 دیکھنے والا۔ روزہ سے غرض نفس کا ضعیف کرنا خواہشوں کا مارنا ہے لہذا افطار کے  
 خوب سائپٹ بھر کر کھانا نہ کھائے۔ بعد افطار خدا کی طرف لوگی رہے کہ دیکھئے ہمارا  
 روزہ مقبول ہوا یا مردود۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ماہ مبارک  
 میں چند آدمیوں کو دیکھا کہ نہایت شان و فرحان بیٹھے ہوئے ہنستے ہیں اپنے نہایت  
 پر حسرت لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ تم کو یہ بھی کچھ خبر ہے کہ یہ کون مہینہ ہے اور اسمین کیا کرنا چاہیے  
 ہر شخص ہی ساعی ہے کہ میں اچھی طرح عبادت کروں اور بازی جیت لوں بعض تو اپنی  
 تیز اور مستعد ہمت کے گھوڑے اڑاتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ گئے اور بعض  
 پست ہمت راہ میں ٹھک کر رہ گئے انکی ساری محنت برباد ہوئی بجز خسران کے اور کچھ



نہ حاصل ہوا۔ پس کس قدر تعجب انگیز اور اندوہناک یہ امر ہے کہ جسدِ نہیں پہنچنے والے  
 پہنچ گئے۔ اور پست ہمت ناکامیاب رہے اسدن میں کون ذلیقل اپنی عمر کو ایک کان  
 کر دیگا قسم خدا کی اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو مقبول بندے اپنی قبولیت کی خوشی میں  
 مطرودین اپنی حسرت و ندامت پر ہنسی کا نام نہ لیں۔

### تراویح

قیام رمضان جسکو فقہا کی اصطلاح میں تراویح کہتے ہیں سنت ہر فقہاء  
 محققین نے روایت فرمائی ہے عرض اللہ علیکم صیام رمضان  
 و سنت لکم قیامہ یعنی خداے تعالیٰ نے مسلمانوں پر رمضان کے  
 روزے فرض کیے اور تراویح کو میں نے سنت ٹھہرایا یا در کہنا چاہے کہ زماۃ  
 جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں تراویح کی جماعت چند ایام تک  
 ہو کر بخوف فرضیت جماعت ترک کر دی گئی۔ بعد کو زماۃ خیر صحابہ کرام میں بیسٹ  
 رکعت تراویح کی جماعت کا التزام و اہتمام بہیئت کو زائید ہو گیا۔ اور قرنگا  
 بعد قرن عصر بعد عصر اسی پر عمل درآمد رہا۔ اس واسطے جمہیر علماء و حنفیہ نے تمام  
 متون اور شروح اور فتاویٰ میں بیسٹ رکعت تراویح کا سنت موکدہ  
 ہونا تحقیق فرمایا ہے۔ اور رسایل مستقلہ اس بارہ میں تصنیف فرمائے ہیں۔  
 مگر افسوس کہ امن زمانہ میں وہابیہ ضالین نے روافض لیام کی فضا  
 خواری میں اسباع حدیث کو منحصر سمجھ رکھا ہے۔ اسٹ موکدہ کو بحمد زیادت  
 علی السنۃ فعل ضلالت قرار دیتے ہیں دیکھو تالیفات مطبوعہ صدیق  
 حسرتان وغیرہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

جو تراویح کی ہیئت کذاۓ مستحسنہ کی نسبت لغمت البدعہ فرمایا اور  
بعض شیاطین دہا بیہ نے اس کے معنی یہ لکھ دیے کہ بہت بری ہے تراویح دیکھو  
رسالہ اعتصام السنہ مولفہ قاضی جہاؤ مطبوعہ کانپور

بعض گمراہ علی الاعلان یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمتو صرف سنت رسول اللہ کو مانتے  
ہیں نہ عمر کو جانیں نہ علی کو مانیں نعوذ باللہ من ذلک افسوس صدقہ  
کہ اتباع سنت کا دم بھر کر اپنے آپ کو سچا متبع حدیث مان کر ارشاد مبارک  
علیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء الراشدين اور فرمان ہدایت نشان  
سیحدث بعدی امور واجتہا الی ما احدثت عنہ الحدیث وغیرہ کو  
مردود ٹھہرائیں۔ اور با اینہم آپ کو سنی بتا کر روافض کی طرح حضرات خلفاء راشدین  
پر تبرک کریں اور زیادہ تحقیق اسکی جامع الشواہد و فتح المبین وغیرہ میں دیکھ لینا چاہئے  
باقی لفظ بدعت کی تحقیق یہ ہے کہ لغت میں ہر نو پیدا چیز کو بدعت کہتے ہیں۔  
اور شرعاً بمقابلہ سنت کے ہر پس اس معنی کو امر بعد انخرفت صلی اللہ علیہ وسلم کو  
حادث ہوا اگر وہ مزاحم و مغیر سنت ہو تو ایسا ہر امر ضرور بالیقین ضلالت ہے۔ اور  
جو امر موافق سنت اور داخل حکم شریعت ہو وہ یقیناً حکماً داخل سنت ہے اور بلحاظ ہیئت  
خاصہ کے اس پر بدعت حسنہ کا اطلاق کیا جاتا ہے اور بدعت حسنہ بالاتفاق موجب اجر و ثواب ہے۔ فقط

## الرافعہ

خادم سنت و اہل سنت (حضرت مولانا مولوی حکیم) عبدالقیوم خفی قادری بدایونی (دام مجتہد)

